جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

ستمبر ۲۰۱۶ء

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ٢٤ | ذی الحجہ ١٤٣٧ھ / ستمبر ٢٠١٦ء | شمارہ : ٩

سیّد محمود میاں
مُدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں
نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب،متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت،بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ،اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر
جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
معراج سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ اور رؤیت باری تعالیٰ	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۲
اِحسان و تصوف	حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۲۹
فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت	حضرت مولانا محمد اِدریس صاحبؒ اَنصاری	۵۰
محدثِ کبیر عارف باللہ حضرت اُستاذ المحدثین مولانا سیّد حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ	حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی	۵۳
قربانی کے مسائل	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب	۵۵
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید مولانا حافظ ذیشان صاحب چشتی حفظہ اللہ تعالیٰ نے آج سے دس برس قبل اپنے طالب ِعلمی کے زمانہ سے ہی ایک ایسا علمی مشغلہ اِختیار کیا جو مستقبل کے لیے نہایت اہمیت کا حامل اور جدید عصری تقاضوں کے عین مطابق اور بروقت تھا وہ بڑی پابندی سے اسباق میں حاضر رہتے اور خاموشی اور لگن کے ساتھ عصری دوڑ میں حصہ دار رہتے بے سروسامانی کے باوجود اُردو دینی کتب اور دیگر دینی مواد کے ضخیم ذخیرہ کی ڈیجیٹل شکل میں منتقلی کے عظیم کام کا بیڑا اُنہوں نے تن تنہا اپنے سر لیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ بڑا کام لینا تھا اِس لیے اُن کے دل و دماغ کو پوری طرح اِس طرف متوجہ کر دیا اور اِس عمل کا آغاز پوری دُنیا میں پہلی بار اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں کرا دیا۔

اِس کام کی پہلی اینٹ رکھنے کا اِعزاز عزیز القدر مولانا ذیشان صاحب چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوا چار سال قبل اللہ تعالیٰ کی مزید مدد شاملِ حال ہوئی کہ اِس کام کو فنی ماہرین کی اِضافی خدمات بھی حاصل ہوگئیں اور ''مکتبہ جبریل'' کے نام سے پہلے سے بہتر انداز میں ترقی کا سفر شروع ہوا

اور اب بحمد للہ دُنیا کے تمام براعظموں میں اِس کام کے ثمرات سے ہر خاص و عام کو اِنتہائی تیز اور مختصر وقت میں اِستفادہ کا ذریعہ میسر آگیا۔

مولانا ذیشان صاحب اپنے کام کی اِفادیت اور کارگزاری راقم الحروف کے سامنے بھی بیان کرتے رہتے تھے وہ اپنے اِس جذبے کا بھی اِظہار کرتے کہ اُن کی مادرِ علمی جامعہ مدنیہ جدید اِس کام کی سرپرستی کرے اور اِس عملِ خیر کا مرکز بنے اُن کے اِس جذبہ صادق کا اَثر مجھ پر بھی پڑنا شروع ہوگیا کام کی اہمیت بھی اُجاگر ہوتی چلی گئی، جامعہ مدنیہ جدید میں پہلے سے ''اَلحامد کمپیوٹر لیب'' عزیزم چشتی صاحب اور ڈاکٹر محمد امجد صاحب (ناظم نشر و اِشاعت جامعہ مدنیہ جدید) کی نگرانی میں چند برسوں سے طلباء کے لیے خدمت انجام دے رہی ہے اِس برس کے شروع سے ''مکتبہ جبریل'' باقاعدہ جامعہ مدنیہ جدید کی ''الحامد کمپیوٹر لیب'' میں منتقل ہو چکا ہے اور شب و روز تیزی کے ساتھ اِس ڈیجیٹل کتب خانہ کی توسیع کا عمل جاری ہے، بڑے بڑے کتب خانے صرف چند بڑے شہروں میں ہوا کرتے ہیں اور اُن سے اِستفادہ کے لیے وہاں جانا پڑتا ہے جبکہ ڈیجیٹل کتب خانہ فضاء میں پھیلا ہوا ایسا غیر مرئی بصری اور سمعی کتب خانہ ہے جسے شہروں گاؤں گوٹھوں پہاڑوں کی چوٹیوں حتی کے سمندروں اور فضاؤں میں کسی بھی جگہ کمپیوٹر یا موبائل کی کھڑکی سے دیکھا پڑھا اور سُنا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ دین کی اتنی بڑی خدمت کے لیے پوری دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے جامعہ مدنیہ جدید اور اُس کے فاضل اور اُن کے رُفقاءِ کار کو محض اپنے فضل و کرم سے منتخب فرمایا بلا شبہ یہ سب کچھ بانئ جامعہؒ کی دُعاءِ نیم شب کی قبولیت کے آثار ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرما کر سب کے لیے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنائے۔

بحمد اللہ ملک اور بیرونِ ملک سے علماء اور طلباء اِس جدید قائم کردہ شعبہ سے اِستفادہ کے لیے تشریف لا رہے ہیں اور جامعہ مدنیہ جدید کی ''الحامد کمپیوٹر لیب'' میں قائم یہ شعبہ اپنی اِنفرادیت اور خصوصیت کی وجہ سے عوام و خواص کی دینی و دُنیاوی رہنمائی اور بھلائی کا ذریعہ بن رہا ہے، اب تک ڈیجیٹل کتب خانہ میں منتقل ہونے والی کتب کی تعداد تین ہزار تک پہنچ چکی ہے جس کا حجم 65-GB کے برابر ہے۔

''مکتبہ جبریل'' سے متعلق مولانا ذیشان صاحب چشتی نے مجھے ایک تعریفی اور اعترافی تحریر بھی دکھائی جو جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادۂ محترم مولانا یوسف صاحب نے رقم فرمائی ہے اِس کی اہمیت کے پیش نظر اِس کو بعینہٖ نقل کیا جا رہا ہے

''حضرت مولانا یوسف عبدالرزاق صاحب دامت فیوضہم ابن حضرت اَقدس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے مکتبہ جبریل اور دُوسرے سوفٹ ویئرز کمپیوٹر اور موبائل کے پیش کرنے کی توفیق ہوئی، حضرت نے بہت حوصلہ اَفزائی فرمائی اور دُعائیں دیں اور آج حضرت نے اِنتہائی شفقت فرماتے ہوئے یہ مختصر مگر جامع مضمون نشر کیا ہے یہ مضمون اِس شعبے میں کام کرنے والوں کے لیے ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ کسی مؤقر شخصیت کی طرف سے پہلی باقاعدہ تقریظ اور تحریر ہے۔'' (حافظ ذیشان اکرم چشتی)

مفتی کا جرگہ

''مکتبہ جبریل'' ایک مکمل اِسلامی ڈیجیٹل کتب لائبریری

''۲۰۰۶ء میں جب میں نے پہلی بار اُردو کتب کو سکین کر کے آن لائن کیا تو اُمید سی تھی کہ اِنشاء اللہ وہ دن بھی دیکھوں گا جب اُردو کے سوفٹ ویئر بھی آجائیں گے جن کے ذریعے ہم کوئی بھی مسئلہ سرچ کر کے منٹوں میں اُس کا جواب دے سکیں گے۔

اَلحمدللہ ! آج میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب چند نوجوان علماء اور علماء سے محبت رکھنے والوں نے مل کر اِس ناممکن کو ممکن کر دیا اور اِس وقت کم و بیش پانچ ہزار دینی اُردو کتب کا مواد موجود ہے (مولوی جدت کا مخالف نہیں، اُسے بے غیرتی بس پسند نہیں)۔

مشرف صاحب کے دورِ حکومت میں میرا کمپیوٹر بازار جانا ہوا اپنا لیپ ٹاپ اَپ گریڈ کروانے، تو میرا بل بناتے وقت دُکاندار نے مجھ سے پوچھا کہ اِنوائس کس کے نام

بناؤں ؟ میں نے اِنتہائی سنجیدگی سے جواب دیا کہ ''صدر مشرف صاحب'' کے ! وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا کہ اُن کے نام کیوں ؟ میں نے جواب دیا کہ بھائی اُنہوں ہی نے کب سے کان پکائے ہوئے ہیں کہ مولویوں کو اب اَپ گریڈ ہونا ہوگا، تو لو میں اپ گریڈ ہوگیا ! ''تے پیسے تواڈے پیونے دینے ہن '' [1]

دُکاندار مسکرادیا اور میں پیسے بھر کے گھر آ گیا یہ واقعہ سنانا اِس لیے ضروری تھا کہ آج تک دینی طبقہ پر ریاست نے توجہ تک نہیں دی وہ جو بھی ہیں اپنے ہی دم پر ہیں مرضی ہے اُنہیں کوئی دقیانوس بولے یا روشن خیال لیکن They are what they are یہ اوپن پروجیکٹ بھی عوام اور علماء نے مِل کر تیار کیا ہے (ریاست سو رہی ہے) جس کا سب سے زیادہ فائدہ عوام کا ہے کہ اُنہیں مسائل کا جواب فی الفور ملنے میں آسانی رہے گی۔

مزے کی بات تو بتانا بھول ہی گیا یہ پروگرام مکمل فری ہے، سالوں کی محنت ہے، پر کیا کریں مولوی جو ٹھہرے (دقیانوس کہیں کے) کہتے ہیں ہم اللہ سے آخرت میں اِس کی جزا لیں گے ......ویسے آپس کی بات ہے.........میرا بھی اِیمان ہے کہ اِس نیکی کی جزا دُنیا کے چند ٹکوں میں نہیں بلکہ اللہ کے یہاں ہی ہے۔

واپس آتے ہیں اپنے موضوع کی طرف......الحمدللہ ! اِس وقت ''مکتبہ جبریل'' کے نام سے ایک پروگرام تیار ہو چکا ہے جس کے ذریعے علما اُردو کتبِ اسلامیہ سے کسی بھی موضوع پر کچھ بھی سیکنڈوں میں تلاش کر سکتے ہیں یہ پروگرام صرف کمپیوٹر ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ موبائل میں بھی استعمال ہو رہا ہے۔ بحیثیتِ عالم، مفتی لوگ کسی بھی وقت مسئلہ جاننے کے لیے رابطہ کرتے ہیں اور چند لمحوں میں جواب کے بھی منتظر ہوتے ہیں، عالم مفتی بھی اِنسان ہوتا ہے کتنے مسئلے زبانی یاد رکھ

---

[1] سرائیکی جملہ ہے ترجمہ : تو خرچہ پیسے تمہارے باپ نے دینے ہیں۔

سکتا ہے ؟ ایک اندازے کے مطابق مسائل کی تعداد بارہ لاکھ تیس ہزار ہے۔ اِس پروگرام کی مدد سے کافی حد تک موبائل ہی سے دیکھ کر مسائل بتانے میں آسانی ہوتی ہے جو کہ ایک بہت بڑی نعمت ہے علماء کے لیے بھی اور عوام کے لیے بھی۔

''مکتبہ جبریل'' اِسلامی خصوصًا اُردو کتب کا سب سے بڑا اور نہایت کارآمد سوفٹ ویئر ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، فتاوی، درسِ نظامی ، اَدبِ عربی، تاریخِ اسلامی و دیگر علوم و فنون کی متعلقہ کتب موجود ہیں مطالعہ، تلاش، تحقیق اور تخریج کی بہترین سہولیات کے ساتھ۔ باقی تفصیل پڑھنے کے لیے مکتبہ جبریل کی ویب سائٹ پر جائیں یا اُس کا فیس بک لنک بھی وزٹ کیا جا سکتا ہے۔

ویب سائٹ : http://www.elmedeen.com

فیس بک پیج : https://www.facebook.com/maktabajibreel

استعمال کا طریقہ کار جاننے کے لیے یوٹیوب چینل :

www.youtube.com/maktabajibreel

میں خود بھی اِس کا استعمال کر رہا ہوں اور ہر دینی اِدارے، مفتیوں کو درخواست کروں گا کہ اِسے استعمال کریں۔

نوٹ : اِس پروجیکٹ میں معاون بنیں اگر آپ مصنف ہیں تو اپنی کتاب دے کر، اگر آئی ٹی سے جڑے ہوئے ہیں تو اپنی معلومات دے کر، اگر کتابیں سکین کرتے ہیں تو نئی کتابیں دے کر، اگر صاحبِ حیثیت ہیں تو مالی معاونت کر کے، اگر کچھ نہیں کر سکتے تو دُعا تو ضرور دے سکتے ہیں اور اِس نیکی کی اِطلاع عام تو کر سکتے ہیں اِسی کو ''اوپن پروجیکٹ'' کہا جاتا ہے جو سوسائٹی اپنی مدد آپ کے تحت مکمل کرتی ہے۔''

(۲۷؍ جولائی ۲۰۱۶ء)

✿ ✿ ✿

درسِ حدیث

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

فقراء وغرباء کا درجہ ! ! ''فقراء'' سے مراد کون ہیں ؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو، تمہیں رزق یا مدد تم میں ضعیفوں کی وجہ سے ہی دی جاتی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ سے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ یعنی جو تم میں کمزور لوگ ہیں اُن میں مجھے تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق عنایت ہوتا ہے یا یہ فرمایا اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ[1] کہ تمہیں اِمداد عنایت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اُن لوگوں کی وجہ سے جو تم میں ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ اللہ تعالیٰ کے غریب مہاجرین کا وسیلہ پیش کر کے فرماتے کہ یا اللہ ! جو مہاجرین غریب ہیں اُن کی وجہ سے تو ہمیں کامیابی عطا فرمایا، یہ غریب مہاجرین کی رفعت و بلندی کی بہت بڑی دلیل ہے ! کیونکہ آقائے نامدار ﷺ کے پاس دکھاوے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جو فرماتے وہی حقیقت ہوتی تو اِمام الانبیاء ﷺ نے سبق دیا ہے کہ

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۴۶

تم میں جو ضعیف کمزور اور غریب ہوں اُن کی اِمداد کرو، عزت کرو، دل و جان سے اُن کی تعظیم کرو کیونکہ یہ لوگ اللہ کو بہت محبوب ہیں، کہیں غریب و نادار سمجھ کر اُن کی بے قدری نہ کر بیٹھو، عزت و قدر کا مدار مال پر نہیں بلکہ تقوٰی و پرہیز گاری پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ یعنی کسی خدا کے نافرمان کے پاس اگر کوئی نعمت دیکھو تو کبھی دل میں یہ خیال نہ لاؤ کہ مجھے بھی یہ نعمت مل جائے کیونکہ وہ دراصل نِعْمَتْ نہیں نِقْمَتْ[۱] ہوتی ہے اگرچہ حکومت اور سرداری ہو، آگے فرمایا کہ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اُسے مرنے کے بعد کن چیزوں (اور مصائب) کا سامنا کرنا پڑے گا، فرمایا اِنَّ لَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ قَاتِلًا لَا یَمُوْتُ[۲] اللہ کے یہاں اُس کا ایسا قاتل ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُسے قتل کرتا رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو فسق و فجور کے باوجود مال و دولت یا سرداری وغیرہ حاصل ہو تو کبھی اُس کی طلب نہ کرو، یہ سرداری اور مال و دولت اُس سے بہت جلد چھن جائے گی اور پھر وہ ایک سخت عذاب میں مبتلا رہے گا۔

آپ نے فرمایا کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظَلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سَقِیْمَہُ الْمَآءَ[۳] اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بناتے ہیں تو اُسے دُنیا سے بچائے رکھتے ہیں، مثال دی کہ جس طرح تم لوگ مریض کو بعض چیزوں سے بچائے رکھتے ہو تاکہ اُسے نقصان نہ دیں اِسی طرح خدا بھی اپنے محبوب کو دُنیا سے بچائے رکھتے ہیں کیونکہ دُنیا اُس محبوب کے حق میں مضر ہوتی ہے اِس لیے اُس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے آپ نے فرمایا اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ دیکھو کیا کہہ رہے ہو ! یہ تو بہت بڑی بات ہے کیونکہ محبت کا دعوی کرنا تو آسان ہے مگر نبھانا مشکل ہے، اِس سادہ اور سچے عاشق نے پھر پہلے

---

[۱] سزا عقوبت اِنتقام [۲] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۴۸

[۳] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۴۹

سے بھی زوردار الفاظ میں عرض کیا کہ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ اللہ کی قسم ! مجھے آپ سے محبت ہے حضور علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ دیکھو کیا کہہ رہے ہو ! اُنہوں نے تیسری دفعہ بھی زور دے کر محبت کے دعوے کو دہرایا۔ صحابی نے یہ سمجھا کہ شاید رسول اللہ علیہ السلام کو میرے مُحِبْ ہونے میں شک ہے اِس لیے قسم کھائی، اِس کے بعد آقائے نامدار علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا اگر تم سچے ہو تو تم ''فقر'' کے واسطے تیار رہو اور فرمایا لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَهَاهُ [1] یعنی مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف فقر اِتنی تیزی سے آتا ہے جیسے رَو (سیلاب) اپنی منزل پر (نشیب کی جانب) جاتا ہے گویا فقر و غربت عام طور پر اللہ و رسول کے محبّ اور محبوب لوگوں میں پایا جاتا ہے، اللہ کے نیک بندے فقر (ناداری) پر فخر کرتے ہیں اور اِسے محبوب سمجھتے ہیں۔

ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ جس دن اُن کو کھانا میسر نہ آتا تو بہت خوش ہوتے، یہاں تک کہ بچوں کو سمجھا رکھا تھا کہ اگر گھر میں فاقہ ہو (کھانے کے لیے کچھ نہ ہو) تو کسی کو بتانا نہیں چاہیے اور خوش رہنا چاہیے کیونکہ جب کھانے کو کچھ نہیں ملتا تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں ! کہتے ہیں کہ کوئی صاحب ایک روز اِسی بزرگ کے گھر گئے دیکھا تو بچے بہت خوش ہیں ہنستے ہیں کھیلتے ہیں اور آپس میں ایک دُوسرے سے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے بہت خوش ہیں کیونکہ آج ہمارے گھر میں فاقہ ہے۔

غرض یہ کہ اَحادیث میں فقراء و غرباء کی بہت فضیلت آئی ہے اور اُن کی قدر اور اِحترام کرنے کی تعلیم دی گئی ہے مگر ہاں یہ فضیلت اور بلندی ہر فقر کو میسر نہیں بلکہ اُن فقراء کو نصیب ہے جو اپنے فقر پر صبر کرتے ہیں اور ہر حال میں اپنے خالق کا شکر اَدا کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۷ رمئی ۱۹۶۸ء)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۵۲

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

معراج سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور رؤیت باری تعالیٰ

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

شواہد ودلائل ....پُر اَسرار منظر اور تجلیات

(۱)

سعادت کے لیے اُسی کو منتخب کیا جاتا ہے جو رموزِ مملکت سے واقف ہو ضروری چیزوں کا مشاہدہ کیے ہوئے ہو اور اگر اُس کو کسی خاص مشن پر بھیجا جائے تو یہ بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اُس مشن کا پورا جذبہ رکھتا ہو اُس کے متعلق پورا وثوق اور یقین اُس کو حاصل ہو جس کی بناء پر ہر بات قوت سے کہہ سکے پیچیدگیوں کو حل کر سکے اور اگر مشکلات پیش آئیں تو اُن کو بھی برداشت کر سکے۔

یہی شان داعیانِ حق کی ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجے گئے، وہ رموز واَسرار سے واقف تھے مقصد پر پورا یقین رکھتے تھے، وقتاً فوقتاً اُن کے یقینِ کامل میں جلا پیدا کیا جاتا تھا اور جس کی دعوت زیادہ وسیع اور ذمہ داری زیادہ اہم ہوتی تھی باوجودیکہ اُس کا یقین زیادہ پختہ ہوتا اور

اُس کو اِطمینانِ کامل اور شرحِ صدر حاصل ہوتا تھا مگر پھر بھی غیر معمولی مشاہدات وتجلیات سے اُن کے شرحِ صدر اور اطمینان ویقین میں اِضافہ کیا جاتا تھا۔

(۲)

نوعِ انسان کی ذہنی صلاحیت جب اِس حد تک پہنچی کہ اُس نے اپنے مشاہدات سے نتائج اَخذ کرنے شروع کیے تو اُس نے ایک دھوکہ کھایا، آسمان کے تارے اور چاند سورج جو خالقِ کائنات قادر ذوالجلال کی قدرتِ بے پایاں کے نمونے، براہین اور آیات ہیں، اِنسان نے دھوکہ یہ کھایا کہ اُن ہی کو رب اور معبود سمجھنے لگا اُس نے یہ سمجھا کہ اِن ہی سے قربت حاصل کرنا کمالِ عبدیت ہے وہ اُن تک پہنچ نہیں سکتا تھا تو اُن کے نام کے ہیکل اور مندر بنائے اور اُن کے گوشوں میں چلہ کشی شروع کر دی۔
رب العالمین کے سب سے پہلے سفیر جنہوں نے نمونے اور اصل میں فرق کرکے یہ نصب العین معین کیا :

﴿ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ (الانعام : ۱۶۲)

''میری نماز میری تمام عبادتیں میرا جینا اور میرا مرنا اُس اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔''

سیّدنا حضرت اِبراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے آپ نے زہرہ پر نظر ڈالی جو ایک ستارہ تھا جس کی پرستش اُن کے علاقہ میں خاص طور سے کی جاتی تھی اُس کو دیکھا کہ تھوڑی دیر وہ اُفق پر چمکتا رہا پھر غروب ہوگیا تو طے کرلیا کہ جو ہستیاں ڈوب جانے والی اور چھپ جانے والی ہیں میں اُن کا پرستار نہیں ہوسکتا، پھر پردۂ ظلمات کو چاک کرتے ہوئے چاند نمودار ہوا پھر آفتابِ جہاں تاب جلوہ گر ہوا وہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ روشن تھا مگر جب دیکھا یہ سب کسی ٹھہرے ہوئے قاعدے کے پابند ہیں تو یقین کرلیا کہ جو پابند ہو وہ معبود نہیں ہوسکتا اور طے کرلیا کہ

﴿ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴾ (سُورۃ الانعام : ۷۹)

''میں نے سب سے منہ موڑ کر صرف اُس ہستی کی طرف اپنا رُخ کرلیا ہے جو کسی کی

بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ خود آسمان اور زمین کی بنانے والی ہے اور میں اُن میں سے نہیں ہوں جو اُس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں۔''

یہ اِبتدائی مشاہدات حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے تھے جن سے وہ اِس نتیجہ پر پہنچے کہ قابلِ پرستش صرف ایک وہ ہے جو اِن سب پابند و قابلِ تغیر چیزوں سے بالا ہے، جو اِن سب کا خالق و مالک ہے لیکن حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو رُشد و ہدایت اور دعوت اِلی اللہ کے مقامِ اعلیٰ پر پہنچانا تھا اُس مقامِ اعلیٰ کے بموجب یقینِ کامل، شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب پیدا کرنا تھا تو اگرچہ تفصیل نہیں بتائی گئی مگر یہ بتادیا گیا کہ :

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ [1]

''بادشاہت کے جلوے دکھادیے تاکہ (وہ اِستدلال کرسکیں) اور یقین رکھنے والوں میں سے ہوجائیں۔''

حضراتِ مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو اِسی دُنیا میں جبکہ وہ ایک چٹان پر رونق اَفروز تھے تمام آسمانوں کا عرشِ معلّٰی تک اور تمام زمینوں کا تحت الثریٰ تک نیز جنت کا اور جنت میں اُن کے مقام و موقف کا مشاہدہ کرادیا گیا تھا۔ (اِمام التفسیر حضرت مجاہد و سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما)

(۳)

نوعِ انسان کا قافلہ آگے بڑھا، اِنفرادیت کے بجائے اِجتماعیت پیدا ہوئی، سماجی نظام بنے بادشاہتیں قائم ہوئیں، اُمراء و وزراء رُونما ہوئے، فوجیں منظّم ہوئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضابطۂ حیات اور ایک دستور دیا گیا جس کا نام ''تورات'' ہے جس کو بائبل کا عہدِ قدیم کہا جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ترقی پذیر اِجتماعی زندگی کے لیے دستور العمل عطاء فرمانا مقصود تھا تو اُن کی نبوت و رسالت کا آغاز اُس تجلی سے ہوا جو طور کی جانب وادی کے داہنے کنارے پر ہوئی تھی کہ ہرے بھرے درخت پر شعلہ بھڑک رہا تھا۔

---

[1] سُورۃ الانعام : ۷۵

﴿ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی o اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًیo وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰیo اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴾ (سورۂ طٰہٰ ۱۰ تا ۱۴)

''جب وہاں پہنچتے ہیں تو پکارا گیا ہے اے موسٰی میں ہوں تیرا پروردگار، بس اپنی جوتی اُتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے، بس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اُسے کان لگا کر سن، میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں بس میری ہی بندگی کر اور میری ہی یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

اِس تجلی نے جس طرح یقین محکم میں اطمینان اور اِنشراحِ صدر کی روشنی پیدا کی، شوق کی ایک چنگاری بھی قلبِ موسٰی میں سُلگا دی، یہ چنگاری دہکی اور جذبۂ شوق اُس وقت اُبھرا جب توریت عطا کرنے کے لیے حضرت موسٰی علیہ السلام کو طور پر بلایا گیا اور شرفِ مکالمہ سے نوازا گیا، حضرت موسٰی علیہ السلام نے یہ لطف و کرم دیکھا تو جرأت کر کے یہ درخواست بھی کر دی :

﴿رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ﴾ میرے رب میرے سامنے آجا، ایک نظر دیکھ لوں تجھ کو۔

جواب ملا: ''تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا، مگر ہاں اِس پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر یہ (تجلی حق کی تاب لے آیا اور) اپنی جگہ ٹِکا رہا تو سمجھ لینا تجھے بھی میرے نظارے کی تاب ہے اور تو مجھے دیکھ سکے گا۔ بہر حال اِس فرطِ شوق کا نتیجہ تو وہ بے ہوشی تھی جو حضرت موسٰی علیہ السلام پر طاری ہوئی، جب تجلئ رب سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔''[۱]

مگر اِس عجیب و غریب نظارے نے (جس میں تمنائے دیدار بھی تھی اور اعلان ﴿لَنْ تَرٰىنِیْ﴾ کے ساتھ وہ جلوہ آرائی بھی جس نے) وارفتۂ شوق (حضرت موسٰی علیہ السلام) کو وارفتۂ حواس کر دیا حضرت موسٰی علیہ السلام کے اِیمانِ کامل اور آپ

---

[۱] سورۃ الاعراف : ۱۴۳

کے یقینِ محکم کو اطمینان و اِنشرح کے اُس نورِ درخشاں سے بھی منور کر دیا جو اُس عالی مرتبہ داعی حق کے لیے ضروری تھا جس کو توریت کے وہ اَلواح دیے جا رہے تھے جن میں ہر قسم کی باتیں لکھ دی تھیں تا کہ (دین کے) ہر معاملے کے لیے اُس میں نصیحت ہو اور ہر بات اَلگ اَلگ واضح ہو جائے۔ (سورۃ الاعراف : ۱۴۵)

اِبتدائی اور درمیانی درجوں کے گزرنے کے بعد کمالِ اعلیٰ کی ضرورت تھی، یہ کمالِ اعلیٰ نیز آخری پیغام یعنی کتابِ مکمل اور وہ کلام جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے کس کو عنایت ہوتا، وہ اُسی کو دیا جاتا جس کا یقین سب سے زیادہ محکم ہوتا جس کو سب سے زیادہ شرحِ صدر حاصل ہوتا جس کے مشاہدات سب سے زیادہ وسیع اور سب سے اعلیٰ ہوتے جس کے جذبۂ شوق کو ﴿ لَنْ تَرَانِیْ ﴾ کی نامرادی نصیب نہ ہوتی بلکہ ﴿دَنٰی فَتَدَلّٰی﴾ اور ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی﴾ کی کامیابیاں بھی اُس کو حاصل ہونے والی ہوتیں۔ قدرت نے یہ مرتبۂ بلند اُس کے لیے تجویز کر رکھا تھا جس کا وجود اِس کائنات کے خلق کا محرک اور جس کا ظہورِ مقدس اِس پورے نظامِ عالم کا آخری مقصد تھا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ''اے محمد ﷺ اگر تو نہ ہوتا تو عالمِ کون وہست کی صورت گری بھی نہ ہوتی۔''

معراج کا پُر اَسرار منظر اور تجلیات :

اِس اکمل الانبیاء اور اکمل الرسل کے مشاہدات کی تفصیل سورہ والنجم کی اِبتدائی آیات میں بیان کی گئی ہے لفظی ترجمہ یہ ہے :

''قسم ہے تارے کی جب گرے (غروب ہو) بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا، نہیں بولتا اپنے دِل کی چاہ (خواہش) سے جو کچھ ہے وہ وحی ہے، جو اُس پر اُتاری جاتی ہے۔ سکھایا اُس کو سخت قوتوں والے نے، زور آور نے، پھر متمکن ہوا (قائم ہوا) وہ تھا اُفقِ اعلیٰ پر، پھر نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (لٹک گیا) پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا میانہ یا اِس سے بھی زیادہ نزدیک (دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ

گیا بلکہ اُس سے بھی کم) پھر وحی کی نازل اپنے بندے پر، جو وحی نازل کی (پھر حکم بھیجا اپنے بندے پر جو بھیجا) جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اُس سے جھگڑتے ہو اِس پر جو اُس نے دیکھا اور بیشک دیکھ چکا تھا وہ اُس کو ایک دُوسرے نزول (اُتارنے) میں سدرۃ المنتہٰی کے پاس اُس کے قریب جنت الماویٰ ہے، جب چھا رہا تھا اُس سدرۃ المنتہٰی پر جو چھا رہا تھا اور تھکی (مڑی) نہیں نگاہ، نہ حد سے بڑھی، بیشک دیکھے اُس نے اپنے رب کے بڑے نمونے (بڑے بڑے عجائبات)''

تفہیمات و تلویحات :

(۱) اُستادِ محترم حضرت علامہ مولانا سیّد اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ پُر اَسرار منظر جس کی طرف اِن آیات میں اِشارہ ہے وہ منظر ''معراج'' ہے۔ صاحبِ تفسیر مظہری حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر سورۃ النجم)

سطورِ بالا کا ترجمہ لفظی ہم نے پیش کر دیا۔ شاید آپ کو اِیہام و اِجمال کی شکایت ہو، یہ شکایت بجا ہوگی بیشک مجمل اور مبہم ہے مگر اَسرار و رموز میں تفصیل کب ہوا کرتی ہے عشق و محبت کی باتیں تو مبہم ہی ہوا کرتی ہیں یہاں پردہ داری ہی میں لطف ہوتا ہے۔ ع

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی [۱]

پھر یہاں تو عشق و محبت کے ساتھ عابد و معبود کا رشتہ بھی ہے اور تذکرہ اُس بارگاہ اور اُس مقامِ اعلیٰ کا ہے جہاں پروازِ فکر کے بھی پر جلتے ہیں اور اِس سے بہت ورے جبرئیل اَمین نے کہہ دیا تھا۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم [۲]

---

[۱] تو دیدار کراتا ہے اور پرہیز کرتا ہے، اپنا بازار اور ہماری آگ تیز کرتا ہے۔

[۲] اگر بال کے کنارے کے برابر میں اُوپر اُڑوں تو تجلی کی زیادتی میرے پروں کو جلا دے گی۔

ہم مادّے کے گھروندے میں بند ہیں، ہمارا قیاس ہمارا خیال ہمارا علم غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اُس کا دائرہ اُس گھروندے سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور جس کے ماحول کا تذکرہ ہے وہ مادّے سے بہت بہت مقدس بہت پاک۔

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اَندو شنیدیم و خواندہ ایم [1]

پس جب اُس برتر و بالا کی باتیں ہوں گی تو لامحالہ اُن میں اِجمال ہی ہوگا۔ ہمارے ناقص الفاظ میں تفصیل کی گنجائش کہاں ہے اور یہ بھی اُس وقت جب ہمارے ناقص الفاظ استعمال کیے جائیں اور اگر وہاں کے الفاظ بولے جائیں تو ہم اِتنا بھی نہ کہہ سکیں، شاید یہ مقطعاتِ قرآنی یعنی الٓمٓ حٰمٓ الٓرٰ وغیرہ وہاں کی زبان کے الفاظ ہیں جن کے سمجھنے سے فہمِ انسان قاصر ہے اور حضراتِ مفسرین یہی کہہ دیتے ہیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ .

(۲) دیدار نہ ہوسکنا، کھلی ہوئی بات تھی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام سے دولفظوں میں کہہ دی گئی ﴿ لَنْ تَرَانِیْ ﴾ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، مگر یہاں فرمایا گیا ہے ﴿مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴾ نہ نگاہ مڑی، نہ حد سے آگے بڑھی، اِس سے پہلے فرمایا گیا ہے ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی﴾ جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا۔

اور اگر ''کَذَّبَ'' (ذال پر تشدید) والی قرأت لی جائے تو مطلب یہ ہے کہ آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اُس کی تصدیق کی تکذیب نہیں کی۔ مگر کیا دیکھا ! ایک مرتبہ اور دیکھا ! ! کس کو دیکھا ! ! ! وہ سخت قوتوں والا زور آور کون ہے ؟ جس کا تذکرہ پہلے ہوا، کیا دل بھی دیکھتا ہے ؟ دل کی آنکھوں نے کیا دیکھا ؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا ؟ قائم کون ہوا ؟ اُفقِ اعلیٰ پر کون تھا ؟ اللہ میاں تھا ؟ ؟ ؟ وہ تو لامکاں ہے ! پھر اُفقِ اعلیٰ پر کیسے ! قرین کون ہوا ؟ تدلی کس کی ہوئی ؟

[1] اے (وہ ذات) جو قیاس خیال و گمان سے برتر ہے اور ہر اُس چیز سے برتر ہے جو لوگوں نے کہا ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔

وحی کس نے بھیجی ؟ دیکھو یہ بارگاہِ عشق ہے، یہ دربارِ رب ذوالجلال ہے، جو کچھ کہو سوچ کر کہو، سمجھ کر کہو، اَدب شرط ہے۔

اَدب گاہ ہیست زیر آسماں اَز عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا ۱

فضلائے اُمت اور اَکابر علماء رحمہم اللہ دم بخود ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باتیں بھی مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عبدِ کامل (محمد ﷺ) کو مقصودِ حقیقی کا دیدار ہوا یعنی اہلِ اِیمان تجرد کے جس اعلیٰ مقام پر قیامت کے بعد پہنچیں گے جب وہ ربِ حقیقی کا جلوہ اِس طرح دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند بے حجابانہ نظر آتا ہے، محبوب رب العالمین ﷺ شبِ معراج میں کچھ ایسے ہی درجہ پر تھے، ممکن ہے آپ کا درجہ اِس سے بھی بلند ہو، بس یہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والے یہی حبیبِ خدا ہیں رب ذوالجلال نے یہ کمال آپ کو عطا فرمایا ہے (ﷺ)۔ جبرئیل اَمین (علیہ السلام) کو اِس طرح دیکھنا اُس محبوب رب العالمین (ﷺ) کے لیے کمال نہیں ہے جس کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ ع بعد اَز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۲

اور ﴿مَارَاٰی﴾ سے پہلے ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس دیدار کا شرف حاصل ہوا ہے وہ دیدارِ رب العالمین ہو۔ دیکھنے والے کی آنکھ نے آفتابِ نیم روز کو دیکھا اِس کے لیے دل کی تصدیق درکار نہیں ہے، آنکھ دیکھ رہی ہے، دل تابع ہے، دل نہیں مانتا تو ہٹ دھرم ہے کیونکہ آفتاب کو دیکھنا آنکھ ہی کا کام ہے لیکن وہ اُمورِ قدسیہ جن کا تعلق حضرت جل مجدہ کی ذات وصفات سے ہو اُن کا روشندان قلب ہے، ربِّ اکبر کا تجلی گاہ قلبِ مومن ہی ہوتا ہے۔ یہاں آنکھ تابع ہے، شیطانی چمک دمک اور تجلیاتِ رحمانی میں فرق کرنا قلب ہی کا کام ہے لہٰذا ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ کی سند کی ضرورت اُسی وقت ہوتی ہے جب دیدۂ چشم نے نورِ حق کا نظارہ کیا ہو۔

---

۱ آسمان کے نیچے عرش سے بھی نازک تر ایسی اَدب گاہ ہے کہ جنید اور بایزید بھی اِس جگہ اپنا نفس گم کر کے آتے ہیں

۲ خدا کے بعد تو ہی بڑا ہے قصہ مختصر۔

''شَدِیْدُ الْقُوٰی'' ''ذُوْ مِرَّةٍ'' کون ہے ؟

شاید خلجان ہو کہ سخت قوتوں والا زور آور یعنی ''شَدِیْدُ الْقُوٰی'' ''ذُوْ مِرَّةٍ'' حضرتِ حق جل مجدہ کی شان کے شیاں نہیں ہے اِن الفاظ میں مادّیت کی بو آتی ہے لہٰذا حضرت جبرئیل اَمین علیہ السلام کے لیے تو برداشت ہو سکتے ہیں، خود قرآن شریف میں سورۂ تکویر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ﴿ذِیْ قُوَّةٍ﴾ فرمایا گیا ہے مگر حضرت جل مجدہٗ کی شان اعلیٰ واَرفع کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ اِسی طرح ﴿فَاسْتَوٰی﴾ جس کا ترجمہ ہم نے کیا ہے متمکن ہوا قائم ہوا۔ اور حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کا ترجمہ فرمایا ہے سیدھا بیٹھا، اِسی طرح یہ باتیں کہ پھر نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا میانہ یا اِس سے بھی نزدیک (دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم) یعنی ﴿دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ جس کا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادرؒ نے یہ فرمایا ہے ''پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اِس سے بھی نزدیک'' یہ تمام کیفیتیں حضرت جل مجدہ کی شان کے مناسب نہیں ہیں چنانچہ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کا ترجمہ یہ کیا ہے ''پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا، سو دو کمانوں کے برابر کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔''

جواب :

بیشک یہ خلجان بجا اور برمحل ہے مگر ہم اِس مضمون میں پہلے ہی اِعتراف کر چکے ہیں اور اب پھر اِقرار کرتے ہیں کہ ہماری لُغت (اُردو ہو یا فارسی یا عربی یا کوئی اور زبان) بہت قاصر ہے۔ ہمارے علم قیاس خیال غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اُس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور اپنے ماحول کے تعلقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا لہٰذا ہمارے ذخیرۂ لُغت میں صرف اُن ہی مادّیات کے لیے کچھ الفاظ ہیں اِس بناء پر وہ حقائق جو نہ عام محسوساتِ انسانی کی حدود میں داخل ہیں نہ ہمارے تصوراتِ تخیل کے احاطہ کے اندر ہیں ہمارے الفاظ اُن کو ٹھیک ٹھیک اَدا نہیں کر سکتے مگر چونکہ سمجھانا بہرحال اِن ہی الفاظ سے ہے تو یہی ناقص الفاظ اُن حقائق قدسیہ کے لیے مستعار لیے جاتے ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے اِس اِستفادہ کے لیے

شرط یہ ہوتی ہے کہ صاحب الشرع نے اِن الفاظ کو اِس مفہوم کے لیے استعمال کیا ہو، اللہ تعالیٰ کی شان میں بارئ النسمة کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو مولد النسمة نہیں کہہ سکتے حالانکہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے (جان پیدا کرنے والا) عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے لیے ضابطہ یہ ہے جو الفاظ حضرت حق مجدہ کے لیے استعمال کیے جائیں وہ زیادہ سے زیادہ باعظمت ہوں جن میں کسی نقص کا وہم بھی نہ ہوتا ہو۔ اِرشادِ ربانی ہے :

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ ﴾ [1]

اب جو الفاظ اِن آیات میں استعمال کیے گئے ہیں وہ اگر محاورہ شریعت میں حضرت حق کے لیے اِستعمال کیے جاتے ہیں تو ہمیں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اِن الفاظ سے ذاتِ حق جل مجدہ یا اُس کا کوئی وصف مراد لیں۔

اِس اصول کے پیشِ نظر ملاحظہ فرمائیے، سورۃ الذاریات میں اِرشاد ہوا ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ''قوت والے'' کا لفظ وارد ہوا ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں اِرشاد ہوا ہے ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾

سورۃ الاعراف، سورۂ رعد، سورۂ فرقان وغیرہ میں اِرشاد ہوا ہے ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ یعنی اِستوی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف قرآنِ پاک کی متعدد آیتوں میں موجود ہے۔

مِرَّةٍ کے معنی ہیں قوت، مضبوطی (قاموس)

ذُوْ مِرَّةٍ . كَاَنَّهٗ مُحْكَمُ الْفَتْلِ (المفردات فی غرائب القرآن)

ذُوْ مِرَّةٍ کا لفظ اگرچہ قرآنِ حکیم میں اِسی مقام پر وارِد ہوا ہے لیکن اِسی مفہوم کو اَدا کرنے والا لفظ شَدِيْدُ الْبَطْشِ محاوراتِ شریعت میں وارد ہے سورۂ بروج میں ہے ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾

البتہ یہ ظاہر ہے کہ الفاظ اگرچہ وہی ہیں مگر اُن کی کیفیت میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ خود ہماری محسوس اور دیکھی بھالی چیزوں میں لفظ ایک ہی ہوتا ہے مگر مختلف چیزوں کے لحاظ سے اُس کی

---

[1] سُورۃ الاعراف : ۱۸۰

کیفیت مختلف ہوتی رہتی ہے مثلاً ''بیٹھنا'' ایک لفظ ہے مگر آدمی بیٹھ گیا، پودا بیٹھ گیا، کاروبار بیٹھ گیا، عمارت بیٹھ گئی، دل بیٹھ گیا۔

یا مثلاً ''اُڑنا'' پرندہ اُڑ گیا، جہاز اُڑا، جوتی اُڑ گئی (چوری ہوگئی) دماغ اُڑ گیا (حواس باختہ ہوگیا) دل اُڑا جا رہا ہے (اِختلاج ہو رہا ہے) آیت زیرِ بحث میں ﴿اِسْتَوٰی﴾ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ''سیدھا بیٹھنا'' ﴿تَدَلّٰی﴾ کا ترجمہ کیا ہے : لٹک آیا، اب اِس کا تعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہو یا اللہ رب العزت سے، ظاہر ہے بیٹھنے یا لٹکنے کی وہ نوعیت نہیں ہوگی جو کسی اِنسان یا کسی محسوس چیز کی نسبت سے ہمارے ذہن میں آتی ہے کیونکہ جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اِس موقع پر اصلی ہیئت میں نمودار ہوئے تھے کہ اُن کے چھ سو بازو تھے اور آسمان کے تمام کناروں (اُفق) کو گھیر رکھا تھا، ظاہر ہے ایسی ہستی کا بیٹھنا یا لٹکنا ہمارے عام تصور کے بموجب نہیں ہوگا، یہی تاویل کرنی پڑے گی کہ بیٹھنے یا لٹکنے سے ایک خاص ہیئت مراد ہے جو جبرائیل اَمین علیہ السلام کی ہیئتِ اصلیہ کے مناسب ہے، جب تاویل کی ضرورت یہاں بھی ہے تو پھر وہ بلند معنی کیوں نہ لیے جائیں کہ اِن اَفعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے اور استواء، قوۃ اور مِرَّۃ سے وہ مفہوم مراد ہے جو جل مجدہ کی شان کے مناسب ہو جس کی کوئی تشبیہ نہیں دی جا سکتی کیونکہ اُس کی مثل کوئی چیز نہیں ﴿لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ﴾

رہ گئے یہ الفاظ ﴿دَنٰی فَتَدَلّٰی o فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ تو اِن کا جو ترجمہ کیا گیا وہ لُغتِ عربی کے لحاظ سے صحیح ہے مگر اَربابِ طریقت اور اہلِ سلوک کے محاورہ میں یہ تقرب اِلی اللہ کے مراتب ہیں، اہلِ تصوف صرف الفاظ ہی سے لطف اَندوز نہیں ہوتے بلکہ اپنی اپنی حیثیت کے بموجب اِن مراتب اور درجات تک رسائی حاصل کرتے ہیں جو اِن الفاظ سے اصطلاحًا مراد ہوتے ہیں۔

اگرچہ ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات سیّد موجودات محبوبِ رب العالمین کی رسائی میں اور صوفی کی رسائی میں زمین آسمان بلکہ اِس سے بھی زیادہ کا فرق ہوگا لیکن اگر آپ نبی ﷺ کی نماز کو صلوۃ کہتے ہیں اور یہی لفظ آپ گنہگار فاجر و فاسق کی نماز کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور اُس کو شریعت کا محاورہ

قرار دیتے ہیں حالانکہ دونوں کی نمازوں میں اِتنا فرق ہے کہ اُس کا اَندازہ لگانا ناممکن ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضراتِ اہلِ تصوف اور اَربابِ طریقت کی اصطلاحات کو بھی شرعی اصطلاحات نہ قرار دیں اور لٹکنے کے بجائے ''تدلّی'' کے وہ درجہ مراد نہ لیں جو اہلِ طریقت کی اصطلاح میں مراد ہوتا ہے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَمَرَاتِبُ الدُّنُوِّ وَالتَّدَلِّیْ وَمَا کَنّٰی بِقَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ بِمَا هُوَ اَدْنٰی مِنْهُ دَرَجَاتُ قُرْبٍ لِلْعَهْدِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ تَجَلِّیَاتِهٖ سُبْحَانَهٗ یُدْرِکُهُ الصُّوْفِیْ وَمَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ وَقَدْ ذَکَرُوْا هٰذِهِ الدَّرَجَاتِ فِیْ کُتُبِ التَّصَوُّفِ فِیْ کَلِمَاتِهِمْ اَکْثَرَ مِمَّا تُحْصٰی .[1]

دُنُوٌّ (قریب ہونا) تَدَلِّیْ یا قَابَ قَوْسَیْنِ یا اَدْنٰی مِنْهُ تقرب اِلی اللہ اور تجلیاتِ خداوندی کے درجات ہیں جن کو صوفی جانتا ہے اور پہچانتا ہے مگر جس کو یہ ذوق ہی نہ ہو وہ اِن درجات کو پہچان ہی نہیں سکتا اور حضراتِ اہلِ تصوف نے اپنے ملفوظات میں اِن کا تذکرہ اِتنی مرتبہ کیا ہے کہ اُس کی کوئی گنتی نہیں ہوسکتی، اِس تفسیر کے لحاظ سے اِس آیت کا مصدق بھی معین ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے :

''وہ تھا اُفقِ اعلیٰ پر'' [2] یعنی محمد ﷺ اپنی اِستعداد اور صلاحیت کے سب سے بلند مرتبہ پر تھے۔ پھر دُنُوْ، تَدَلِّیْ اور قَابَ قَوْسَیْنِ کے مراتب پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شاعرانہ زبان میں اِس بلند ترین مقام کی طرف اِشارہ فرمارہے ہیں :

شبے بر نشست اَز فلک بر گزشت
بتمکین و جاہ اَز ملک در گزشت

چنان گرم در تیہ قربت براند
کہ در سدرہ جبرئیل اَز اُو باز ماند

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام

---

[1] تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۰۵ [2] وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی

چو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند
بماندم کہ نیروی بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری لیلۃ المعراج کی تصویر کھینچ دی ہے، فرماتے ہیں :

(۱) ایک شب کو (براق پر) بیٹھے آسمان سے اُوپر پہنچ گئے اور اپنے قدر و منزلت میں فرشتے سے بھی آگے بڑھ گئے۔

(۲) قرابت خداوندی کی وادی میں اِتنے تیز چلے کہ جبرئیل اَمین بھی سدرۃ المنتہٰی پر اُن سے پیچھے رہ گئے۔

(۳) بیت الحرام کے سردار (آنحضرت ﷺ) نے جبرئیل اَمین علیہ السلام سے فرمایا : اے وحیٔ خداوندی کے لے جانے والے اُوپر تشریف لائیے۔

(۴) جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا ہے تو یہاں میری معیت سے کیوں باگ موڑلی ہے۔

(۵) حضرت جبرئیل نے عرض کیا میری مجال نہیں کہ اِس سے اُوپر پہنچ سکوں، میں اِس لیے یہاں رہ گیا کہ میرے پروں میں پرواز کی طاقت ہی نہیں رہی۔

(۶) اگر ایک بال کے برابر بھی اُوپر اُڑوں تو تجلی کی روشنی میرے پروں کو جلا ڈالے۔

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى o ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى o وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى o ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى o فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴾ کے متعلق جو خلجان پیش کیا گیا وہ اپنی جگہ درست تھا اِسی لیے اِس کا جواب دیا گیا لیکن اِس جواب کے بعد خلجان پیش کرنے والے حضرات کی توجہ اِس طرف بھی منعطف کرانی ہے کہ اگر شدید القوی سے مراد جبرئیل اَمین ہو یا اُس کے بعد کی تمام کیفیات کا تعلق حضرت

جبرئیل علیہ السلام سے قرار دیا جائے تو کیا اِس سلسلہ کلام کی آخری آیت ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی﴾ (وحی نازل کی اپنے بندہ پر جو وحی نازل کی) کا تعلق بھی حضرت جبرئیل ہی سے ہوگا آنحضرت ﷺ بندے کس کے ہیں وحی نازل کرنے والے کون ہیں ؟ اِس سے کسی کو بھی اِنکار نہیں ہے کہ اِس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر جو چاہی وحی نازل کی جب اِس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے تو سابق آیات اور اَوصاف کا تعلق بھی اللہ ہی سے ہوگا یعنی ماننا پڑے گا کہ جو خدا سکھانے والا ہے جو ذوالقوۃ المتین ہے جو عرش پر متمکن ہے جس نے وحی نازل کی وہی ہے جس کا دیدار دیدہ چشم نے کیا جس کی تصدیق قلب نے کی جو اِس دیدار میں شریکِ چشم تھا۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ معنی لیے جاتے کہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور قریب آیا یہاں تک کہ تقریبًا دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم، تو اِس سے آنحضرت ﷺ کا کمال نہیں ظاہر ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے افضل تسلیم کیا گیا ہے خود آنحضرت کا اِرشاد ہے : وَزِیْرَایَ فِی السَّمَاءِ جِبْرَئِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ. آسمان میں میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں۔

ہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے ﴿ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ ﴾ ''نگاہیں اُس کا اِدراک نہیں کرسکتیں''، تو حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت کیسے ہوسکتی ہے ؟ مگر اِس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ اِدراک اور رؤیت (دیدار) میں فرق ہے۔ چاند سورج پر ہماری نظر پڑتی ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے چاند اور آفتاب دیکھا یعنی ہمیں چاند و آفتاب کی رؤیت ہوئی مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے چاند سورج کا اِدراک کرلیا کیونکہ اِدراک اُسی وقت بولا جاتا ہے جب پوری چیز پر نظر پڑ جائے اور اُس کی کچھ حقیقت بھی معلوم ہوجائے۔

اَلْاِدْرَاکُ : ھُوَ الْوُقُوْفُ عَلٰی کُنْہِ الشَّیْئِ وَالْاِحَاطَۃُ بِہٖ اَوِ الْوُصُوْلُ اِلَی الشَّیْئِ بِحَیْثُ لَا یَفُوْتُ مِنْہُ الشَّیْئُ.

رؤیت اور اِدراک کا فرق اِس مثال سے سمجھایا جاسکتا ہے : بنو اِسرائیل رات کی اندھیری

میں مصر سے روانہ ہو گئے فرعون کو جیسے ہی خبر پہنچی دن نکلتے ہیں فوج لے کر اِن کے تعاقب میں روانہ ہو گیا، دونوں جمعیتوں ۱؎ نے جب ایک دُوسرے کو دیکھا تو حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ﴿اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ﴾ ہم تو پکڑ لیے گئے، ایک دُوسرے کو دیکھنے کے لیے "تَرَاءَ ی" لایا گیا ہے جو رؤیت سے ماخوذ ہے۔ اور جب بنو اِسرائیل کو احساس ہوا کہ ہم سب طرف سے گھر گئے ہیں تو اِس کے لیے "مُدْرَکُوْنَ " لایا گیا ہے جو اِدراک سے ماخوذ ہے۔

"مُدْرَکُوْنَ" کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے کیا ہے : ہم تو پکڑ لیے گئے۔

پس اِدراک ایسے موقع پر بولا جائے گا جہاں احاطہ اور کشفِ حقیقت کی شان ہو۔

اِس موقع پر یہ واضح کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ "رؤیت" کا اِطلاق ایسے موقع پر بھی ہوتا ہے جہاں "اِدراک" یعنی انکشافِ حقیقت کا مفہوم مقصود ہو، جہاں "رؤیت" سے اِنکار کیا گیا ہے وہاں رؤیت کا یہی مفہوم مراد ہے (جو اِدراک کا ایک درجہ ہے) مثلاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خود آنحضرت ﷺ سے "رؤیت" کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ نور ہے، میں اُس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں ! جہاں تک "نور" کا تعلق ہے وہ نظر آنے کے قابل چیز ہے اِس کے لیے اَنّٰی اَرَاہُ نہیں کہا جا سکتا (میں اُس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں) البتہ "اِدراک" کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے میں کہاں اِدراک کر سکتا ہوں۔

پس اِس اِرشادِ گرامی میں اگرچہ بظاہر اِنکار ہے مگر اِس اِنکار میں اِقرار بھی ہے کیونکہ ظاہر ہے کچھ تو نظر آیا جب ہی تو اِرشاد ہوا " نور " مگر جہاں تک حقیقتِ نور کا تعلق ہے تو اِس کے اِدراک سے عقل سراسر قاصر، نظر و فکر معطل اور نگاہیں خیرہ ہیں۔ (کما قیل)

دُور بینانِ بارگاہ اَلست
جز ازیں پے نبردہ اَند کہ ہست ۲؎

۱؎ بنو اِسرائیل اور فرعونی لشکر

۲؎ بارگاہِ اَلست کے دُور بین لوگ اِس سے زیادہ خبر نہ پا سکے کہ (وہ ہے)۔

دُوسری توجیہہ :

اِس طویل بحث کا حاصل یہی ہے کہ شب ِمعراج میں آنحضرت ﷺ کو دیدۂ چشم سے حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت ہوئی، حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک یہی ہے۔

مگر دُوسرا مسلک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے جو حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت کو ناممکن قرار دیتی ہیں وہ پورے وثوق اور بڑی پختگی سے فرماتی ہیں کہ شب ِمعراج میں اللہ تعالیٰ عز وجل کی رؤیت نہیں ہوئی، شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل اَمین علیہ السلام کو اپنی اصلی ہیئت میں دیکھا تھا، سورۂ نجم میں اِسی رؤیت کا تذکرہ ہے۔ قریب ہوئے زیادہ قریب ہوئے حتی کہ دوکمانوں یا اِس سے بھی کم، یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ یہ حقیقت بھی یہاں واضح کر دینی مناسب ہے کہ عمومًا حضراتِ مفسرین نے یہی مسلک اِختیار کیا ہے، اُردو زبان میں جو تفسیریں لکھی گئی ہیں اُن میں بھی اِسی کی اِتباع کی گئی ہے اِس لیے اِس موقع پر اِس توجیہہ کی تفصیل کے بجائے یہ مشورہ دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ِذوق حضرات تفسیر بیان القرآن مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمائیں حکیم الامتؒ نے اِس مسلک کی بہترین ترجمانی کی ہے۔

لطیفہ :

لطف کی بات یہ ہے کہ گزشتہ صدی کے علامہ محقق سیّد محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) اپنی مشہور تصنیف رُوح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اِن دونوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے محض تعبیر اور الفاظ کا اِختلاف ہے جس کو اِختلافِ لفظی کہا جا سکتا ہے۔

اُستادِ محترم حضرت علامہ مولانا شبیر اَحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِس کی تائید فرماتے ہیں، آپ کے الفاظ یہ ہیں :

''معلوم ہوا کہ خداوندِ قدوس کی تجلیات واَنوار متفاوت ہیں، بعض اَنوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں اور ''رؤیت ِرب'' فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے، اِسی لیے

کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رؤیت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کردی جائیں گی جو اُس تجلی کو برداشت کرسکیں وہ دُنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔''

ہاں ایک خاص درجہ کی رؤیت سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شبِ معراج میں حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے موافق میسر ہوئی اور اِس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے، نیز اِن ہی اَنوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہم کے اَقوال میں کوئی تعارض نہیں، شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دُوسرے درجہ میں کر رہے ہیں اور اِسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت رَأَیْتُ نُوْرًا میں تطبیق ممکن ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مضمون بہت طویل ہوگیا مگر پھر بھی ناتمام رہا، کیا عرض کیا جائے، واقعہ یہ ہے ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسنِ تو بسیار
گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد[1]

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہوچکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

[1] نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول زیادہ، تیری بہار کے پھول چننے والا اپنے دامن سے شاکی ہے

﴿ سلسلہ نمبر : ۵ ﴾

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عنداللہ مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

اِحسان و تصوف

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنیؒ ﴾

پیش لفظ

اَز حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ، ناظم جمعیۃ علماءِ ہند، اِنڈیا

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا !

مادّہ پرست دُنیا کی منڈی میں ہر جنس موجود ہے ہر ایک سامان کی فراوانی ہے حیرت انگیز مصنوعات سے بازار پٹے پڑے ہیں زیبائش و آرائش اور عیش و عشرت کے حسین اور نازک سامانوں سے شاندار دُکانیں سجی ہوئی ہیں لیکن محروم القسمت اِنسان کو جس چیز کی تلاش ہے افسوس وہ اِس پوری منڈی میں مفقود ہے، اطمینان وسکون کی خوشگوار زندگی افسوس نہ کسی بازار میں ہے نہ کسی کوٹھی یا ہوٹل میں۔

شیخ سعدیؒ نے سات سو برس پہلے کے زمانہ میں کہا تھا

آنانکہ غنی ترند محتاج ترند [1]

زمانہ کی ترقی نے اِس میں یہ ترمیم کردی :

آنانکہ غنی ترند پریشان ترند [2]

---

[1] جو سب سے زیادہ غنی ہیں وہ سب سے زیادہ محتاج ہیں۔

[2] جو سب سے زیادہ غنی ہیں وہ سب سے زیادہ پریشان ہیں۔

دُنیا کے سب سے زیادہ دولت منداور طاقتور ملک ''امریکہ'' کے سابق صدر ''روز ویلٹ'' کی پریشانی یہاں تک بڑھی کہ اُن کے دماغ کی رگ پھٹ گئی اور وہ بیٹھے بیٹھے رُخصت ہوگئے اور برطانیہ عظمٰی کے وزیرِ اعظم ''ایڈن'' کو کس قدر پشیمانی ہوئی ہوگی جب اُن کو اِس وزارتِ عظمٰی سے اِستعفاء دینا پڑا جو سالہا سال کی محنت کے بعد ترقی کرتے کرتے حاصل ہوئی تھی۔

آج جبکہ اطمینان اور سکونِ قلب کی یہ جنس ِ گرانمایہ نہ کسی سرمایہ دار کی تجوری میں ہے نہ کسی صاحبِ اِقتدار کے ایوانِ حکومت میں تو کیا یہ ''عنقا'' کی طرح ایک طائر موہوم [1] ہے جس کا نام بہت مشہور ہے مگر حقیقت یکسر مفقود ؟ بیشک ! مادّہ پرست دُنیا کا جواب یہی ہوگا۔

لیکن قرآنِ حکیم اپنے ماننے والوں کو بشارت دیتا ہے کہ اطمینان وسکونِ قلب کا وہ ''کوہِ نور'' جس کے حاصل کرنے سے پوری دُنیا اور اُس کے تمام جدید وقدیم ذرائع آج تک عاجز ودر ماندہ ہیں اُس کے خزانے اُس کے دامن میں موجود ہیں تم بھی اُن خزانوں سے اپنے دل ودماغ کی جیبیں بھر سکتے ہو، شرط صرف یہ ہے کہ اِیمانِ صحیح کے ساتھ عملِ صالح ہو اور عملِ صالح کی رگوں میں ''ذکر اللہ'' کی رُوح کارفرما ہو

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴾ (الرعد : ۲۸،۲۹)

''جو لوگ اِیمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے، جو لوگ اِیمان لائے اور نیک کام کیے اُن کے لیے خوشگواری ہے اور نیک انجام۔''

کس قدر آسان نسخہ ہے مگر افسوس اور حیرت وتعجب ہے کہ خود قرآنِ پاک کے ماننے والے اِس نسخہ سے بے خبر ہیں، وہ دُنیا کے ہر بازار میں بھٹکتے پھر رہے ہیں مگر اُن دُکانوں کا رُخ نہیں کرتے جن کا بازار اللہ عزوجل نے سجایا ہے۔

---

[1] فرضی افسانوی پرندہ

بدنصیبی کی اِنتہا ہوگئی کہ بہت سے وہ مدعی جو اِسلام کے نام پر جماعت قائم کرنے کے لیے سرگرداں ہیں اپنے تجویز کردہ نسخے تو دُنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں اور وہ قیمتی اور خاندانی نسخے جن کو صدہا سال کے تجربوں نے اکسیر ثابت کردیا ہے جن کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں نا آشنا، آشنا اور بیشمار مُردہ دل اَبدی اور لازوال زندگی حاصل کرچکے ہیں، سراسر اُن کے وجود ہی سے اِنکار کررہے ہیں۔ سلوک وطریقت کے وہ طریقے جو قرآنِ حکیم کی اِس بشارت کی عملی تصدیق کرتے ہیں اُن کی نظر میں مشکوک ہیں اور وہ سلسلۂ بیعت جو عملِ صالح میں ذکر اللہ کی رُوح پیدا کرتا ہے اُن کے نزدیک ناجائز اور بدعتِ مخترعہ[1] ہے۔

دورِ حاضر کے مرشد کامل اور شیخ طریقت جو نہ صرف نمونہ اِسلاف بلکہ مسلکِ اَسلاف کے سب سے بڑے حامی اور بلند پایہ محافظ تھے یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی دامت برکاتہم اِن صفحات میں آپ کی ایک تقریر پیش کی جارہی ہے آپ نے اِس تقریر میں احسان وتصوف، بیعت اور مشاغلِ طریقت کے متعلق کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں سبق آموز بحث فرمائی ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ ہم اِس سے سبق حاصل کر کے حیوۃِ طیبہ اور اطمینانِ قلب کی دولتِ لازوال سے ہمکنار رہوں۔

مکتبہ دینیہ دیوبند مستحق مبارک باد ہے کہ اِس تقریر کو جس کا فائدہ صرف اُس کے سننے والوں تک محدود رہا تھا کتابچہ کی شکل میں شائع کر کے ہر ایک پڑھنے والے کے لیے عام کردیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی یہ مخلصانہ خدمت قبول فرمائے، آمین ثم آمین۔

محمد میاں عفی عنہ

۵؍رجب ۱۳۷۶ھ/ ۶؍فروری ۱۹۵۷ء

---

[1] گھڑی ہوئی چیز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ !

میرے محترم بھائیو اور بزرگو ! مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں کچھ بیعت اور سلوک وطریقت کے متعلق عرض کروں آج کل کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ چیز شریعت کے خلاف ہے آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ نے اِس کی تعلیم نہیں دی ہے اور جو لوگ تصوف وطریقت کے ذمہ دار ہیں اُن کے اَفعال واَطوار حرکات وسکنات شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں اِس لیے شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔

بیعت :

''بیعت'' نام ہے اِس کا کہ شریعت کی کسی بات کے لیے عہد لیا جائے کہ وہ اِس اَمر کو اللہ کے حکم سے انجام دیں گے یا کسی خاص دینی مسئلہ کا کہ وہ اُس پر عمل کریں گے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے مواقع میں ایسا کیا ہے چنانچہ حدیبیہ کی لڑائی کے وقت جنابِ رسول اللہ ﷺ نے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور موت آجائے تو اُس کو اِختیار کریں گے اور اِسلام کی سر بلندی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے اللہ تعالیٰ سورۂ فتح میں فرماتا ہے :

﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾ (سُورۃ الفتح : ۱۸)

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوگیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے پس اللہ کو معلوم تھا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اور اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں اطمینان پیدا کردیا اور اُن کو فتح قریب عطا فرمائی۔''

اِسی طرح سُورۂ مُمتحنة میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے بیعت لینے کے متعلق ذکر کیا ہے اِرشادِ ربانی ہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ﴾ (سُورۃ المُمتحنۃ : ۱۲)

''اے نبی جب عورتیں تمہارے پاس آئیں اور عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور زِنا نہ کریں گی اور اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی۔''

زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد وعورت (ماں باپ) فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل کر ڈالتے تھے فرمایا گیا ہے۔

﴿ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ﴾ (سُورہ بنی اسرائیل : ۳۱)

اِسی طرح اور برائیوں میں لوگ مبتلا تھے عہد لیا گیا کہ اِن سب سے علیحدہ ہو کر جنابِ رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کریں گی۔ اِن آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اُن عورتوں سے بیعت لیجیے اور اُن کے لیے اِستغفار کیجیے پس معلوم ہوا کہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اُن بارہ صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جو بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور آنحضرت ﷺ نے اُن کو اِسلام کا داعی اور مبلغ (نقیب) بنا بھیجا تھا، اِس کے علاوہ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ جنگِ بدر میں شریک تھے جن کی مغفرت کا دُنیا ہی میں اعلان ہو چکا تھا یہی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے صحابہ کی ایک جماعت آپ کے گرد حاضر تھی آپ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا :

بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفّٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا. فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَہٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ فَھُوَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْہُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَہٗ فَبَایَعْنَاہُ عَلٰی ذٰلِکَ .[1]

[1] بخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱۸

''مجھ سے بیعت کرو اِس پر کہ اللہ کا کسی کو شریک نہیں گردانو گے، سرقہ اور زِنا کا اِرتکاب نہ کرو گے اور اپنی اولاد (لڑکیوں کو) قتل نہ کرو گے اور بہتان نہ باندھو گے اور کسی بھی اچھے کام میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرو گے پس جو شخص اِس عہد کو پورا کرے اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو شخص اِن میں سے کسی جرم کا مرتکب ہو جائے پس اگر دُنیا میں اُس کو اُس کی سزا مل گئی تو وہ کفارہ ہو سکتی ہے اور اگر دُنیا میں اللہ نے اُس کی پردہ پوشی کر لی تو پھر اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے (راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ اِرشاد ختم کر چکے) تو ہم نے آپ سے اِن باتوں پر بیعت کی۔''

رسول اللہ ﷺ نے مختلف لوگوں سے مختلف چیزوں پر بیعت لی ہے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی اِس بات پر کہ ہم ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے اور حفاظت کریں گے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اُس سے بچیں گے۔

حضرت سلمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ میں کس چیز پر بیعت کی تھی تو کہا ''موت'' پر یعنی اِس پر کہ مر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں۔

کبھی بعض خاص باتوں پر بیعت کی، کبھی پوری شریعت پر، کسی سے اِس پر بیعت کی کہ کسی سے کوئی چیز مانگیں گے نہیں، اِس کا اَثر یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ میں کسی کا کوڑا گر جاتا تھا وہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو خود ہی اُتر کر اُٹھاتے تھے یعنی کسی کو اُٹھانے کے لیے نہیں کہتے تھے کہ کہیں یہ بھی سوال نہ ہو۔

مختلف جگہوں میں مختلف طریقوں سے قرآن وحدیث میں ذکر آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیعت کی کبھی کچھ چیزوں کے لیے کبھی پوری شریعت کے لیے۔ بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے قرآن واَحادیث میں بہت سے واقعات ذکر کیے گئے ہیں جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے یہ سلسلہ اب تک چلا آرہا ہے۔

بیعتِ طریقت :

بیعت اِس بات پر ہوتی ہے کہ شریعت کے حکموں کی تعمیل کریں گے اللہ کا ذکر کریں گے اور شریعت پر چلیں گے اِسی کو ''بیعتِ طریقت'' کہا جاتا ہے بیعت کے طریقے ہر زمانے میں جاری رہے ہیں اور اللہ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے اِس سلسلہ میں عہد لیے ہیں۔

بیعت کون لے سکتا ہے ؟

بیعت کا ہر شخص کو حق نہیں، بیعت لینے کا حق اُسی کو ہے جو فسق و فجور سے بچتا رہا ہو اور کسی پیر کے پاس رہ کر کتاب و سنت کی روشنی میں تزکیۂ قلب حاصل کر چکا ہو اور اپنے مرشد سے نسبتِ باطنی حاصل کی ہو، ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ پر زمانہ سابق میں بیعت کی جاتی تھی تمام صحابہ کرامؓ میں یہ اَوصاف پائے جاتے تھے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے خصوصاً یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن بصری رحمة اللہ علیہ سے۔

پیر یا شیخ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن بصری رحمة اللہ علیہ اور اُن کے خلفاء رحمہم اللہ سے جو بیعت لیتے ہیں اُن کو ''پیر'' کہتے ہیں پیر کے معنی بڈھا کے ہیں اور عربی میں اِسے ''شیخ'' کہتے ہیں چونکہ عموماً وہ شخص جو زیادہ دنوں تک اللہ اور رسول کی اِطاعت میں وقت گزارتا ہے اور تجربہ حاصل کرتا ہے اور پھر اِشاعت و تبلیغ کا کام کرتا ہے بوڑھا ہوتا ہے اِسی لیے اُس کو ''پیر'' کہا جاتا ہے، پیر کسی شخص کا نام نہیں ہے کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ جو شریعت کا پابند اور عرصۂ دراز تک ریاضت کیے ہوئے ہو وہ اللہ کی کثرت سے اِطاعت کرتا ہو اور دُنیا کا حریص نہ ہو اِس قدر عبادت کی ہو کہ اُس سے نسبت پیدا ہوگئی ہو وہی پیر ہوتا ہے مگر عرصۂ دراز گزرنے کے بعد جس طرح ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اِسی طرح طریقت کے اندر بھی کھرے کھوٹے پیدا ہوگئے۔ جو شخص شریعت پر نہ چلتا ہو اور نہ سنت کا تابعدار ہو وہ شخص بیعت لینے کا مستحق نہیں ہے، حکم ہوا ہے ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾

اے اِیمان والوں ! تقوی کرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ رہو۔

پیر وہ ہوتا ہے جو ہر طرح سچا ہو جس کے اندر فریب نہ ہو، پیر اُس شخص کو بنایا جاتا ہے جو سچا ہو اللہ کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾(سُورۃ المائدہ : ۳۵)

''اے اِیمان والو ! تقوی اِختیار کرو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو اُمید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اِیمان کا درجہ اوّل ہے اور ثانوی درجہ تقوی کا ہے اور تیسرا درجہ ﴿وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ کا ہے، محققین کی رائے ہے کہ ﴿وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ سے مراد مرشد تلاش کرنا ہے چوتھا حکم ہے ''اللہ کے راستے میں جہاد کرو'' سب سے پہلا جہاد یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو۔

طریقت و تصوف سنتِ قدیمہ ہے :

طریقت و تصوف نئی چیز نہیں ہے بلکہ پرانی ہے عرصہ سے چلی آتی ہے صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ ایک مجمع میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا ہم میں سے کوئی اُس کو پہچانتا نہیں تھا اُس کے کپڑے نہایت سفید تھے یہ رسول اللہ ﷺ کے قریب گھٹنے سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے ہم نے تعجب کیا وہ باہر سے آئے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے کیونکہ ایسے آدمی کے جو سفر کر کے آیا ہو کپڑے بہت میلے اور گندے ہوتے ہیں۔

اُس نے سوال کیا مَاالْاِیْمَانُ ؟ اِیمان کیا ہے ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ اِیمان یہ ہے کہ اللہ پر اِیمان لاؤ اور اُس کے رسولوں پر اور فرشتوں پر اور قیامت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔

اِس کے بعد سوال کیا کہ اِسلام کیا چیز ہے ؟ فرمایا : اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ

الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا. یعنی تم اِس بات کی گواہی دو کہ اللہ ایک ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور روزہ رکھو، زکوٰۃ دو اور اِستطاعت ہو تو حج کرو۔

اِس کے بعد سوال کیا کہ اِحسان کیا چیز ہے ؟ فرمایا : تم اللہ کی عبادت اِس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھتے ہو اور اگر تم اُس کو نہ دیکھتے ہو تو وہ تم کو بہر حال دیکھ رہا ہے۔

احسان کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد جگہ کیا گیا ہے ﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ اِس طرح کی اور بھی آیتیں ہیں۔

(جواب میں) آقائے نامدار جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَهُوَ یَرَاکَ﴾ کہ اِحسان نام ہے اِس چیز کا کہ خدا کی عبادت مکمل خضوع اور خشوع کے ساتھ انجام دو اور اِس طرح عبادت کرو جس سے ظاہر ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو جیسے غلام آقا کو دیکھتا ہے تو نہایت توجہ سے کام کرتا ہے کوتاہی نہیں کرتا، ہر عبادت کی تکمیل اِس طرح کرو جیسے تم اپنے آقا و مالک کے دیکھنے کے وقت کرتے ہو اور اگر تم کہو کہ ہم تو اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، غلام کام کی تکمیل اِس واسطے کرتا ہے کہ آقا اُس کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اِسی اِحسان کے حاصل کرنے پر تمام تر تصوف کا مدار ہے۔

آپ کے زمانے کا ''سلوک'' :

آقائے نامدار ﷺ کے زمانہ میں حضور کی مجلس میں اِیمان کے ساتھ حاضر ہوتے ہی احسان حاصل ہو جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی رُوحانی قوت اِتنی قوی تھی کہ جو حاضر ہوتا تھا اُس کے قلب پر ایسا اَثر پڑتا تھا کہ تمام چیزوں کو بھول جاتا تھا اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ حضرت حنظلہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کئی روز حاضر نہ ہوئے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اپنے آدمیوں کو یاد کرتے تھے، جب وہ ایک دو وقت نہیں آئے تو فرمایا حنظلہ کیوں نہیں آئے ؟ لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اور خبر لاتا ہوں چنانچہ

وہ اُن کے گھر گئے گھر والوں سے پوچھا کہ حنظلہ کہاں گئے ؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں سر جھکائے گوشہ میں بیٹھے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اندر جا کر دیکھوں، اندر گئے دیکھا بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں ! پوچھا کیوں نہیں آئے ؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں منافق ہوگیا ہوں ! ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیسے ؟ ؟ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دُنیا کی ساری باتیں فراموش ہوجاتی ہیں اور خدا سے تعلق رہتا ہے اور جب گھر آتا ہوں تو بال بچوں میں لگ جاتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے اور پھر یہ بھی بیٹھ کر رونے لگے ! ! اور پھر فرمایا کہ ہماری تمام مشکلات کو حل کرنے والے وہی آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اُن کے پاس چلو رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات اُن کی سمجھ میں آئی چنانچہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری ایسی ایسی حالت ہوتی ہے، آپ نے فرمایا اگر تم ہر وقت ایسے ہی رہو جیسے میرے سامنے رہتے ہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں مگر یہ حالت وقتاً فوقتاً ہوسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب اور صحابہؓ کے پاک اور صاف دل گویا آئینہ تھے جب بھی آفتابِ نبوت کے سامنے پہنچتے تھے اور حالت ہوجاتی تھی اور جب الگ ہوتے تو اُس میں فرق آجاتا تھا۔

مشاغلِ صوفیہ اور تزکیۂ نفس :

آنحضرت ﷺ کو چار کام سپرد کیے گئے تھے جن کا تذکرہ اِس آیت میں ہے :

﴿ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ﴾ (اٰلِ عمران : ۱۶۴)

(۱) قرآنِ حکیم کی آیتیں سناتے تھے (اِس کا قرآن میں چار پانچ جگہ ذکر ہے)۔

(۲) اور یہ کہ دلوں کے میل کچیل دُور کرتے تھے اور اُن کو پاک و صاف کرتے تھے یعنی رسول اللہ ﷺ کی رُوحانی طاقت سے اہلِ اِیمان کے دلوں کے میل کچیل دُور ہوجاتے تھے غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی برائی دُور ہوجاتی تھی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا کلام سکھاتے تھے۔ (۴) حکمت کی باتیں بتلاتے تھے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا اَثر یہ تھا کہ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تھے تو ہر چیز روشن معلوم ہوتی تھی جب تک آپ رہے سب چیزیں روشن معلوم ہوتی رہیں وفات کے بعد جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالی تو وہ روشنی جاتی رہی اور کہتے ہیں کہ ابھی ہم نے ہاتھوں سے مٹی نہیں جھاڑی تھی کہ خود ہمیں اپنے دل اوپرے معلوم ہونے لگے۔ آنحضرت ﷺ رُوحانیت کے آفتاب تھے صحابۂ کرامؓ نے اُن سے روشنی حاصل کی اِسی بناء پر اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اِسلام کے ساتھ چند منٹ بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رہا ہو وہ بعد کے آنے والے بڑے سے بڑے متقی اور ولی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رُوحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ طاقتور تھی دل و دماغ روشن کرنے والی اِس لیے ریاضت کی زیادہ حاجت نہ ہوتی تھی ضرورت اِس بات کی تھی کہ اِخلاص کے ساتھ مجلس میں حاضری ہو جائے مگر جیسا کہ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی جدائی کے بعد وہ روشنی نہیں رہی اِسی طرح صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے جتنا زمانہ دُور ہوتا گیا رُوحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی گئی جس طرح صاف برتن کے صاف کرنے سے میل جلد دُور ہو جاتا ہے عہدِ صحابہؓ کے صاف قلوب کو صاف کرنے کے لیے کسی خاص ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر جیسے جیسے میل بڑھتا اور جمتا گیا ریاضت کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی۔

احسان و تصوف :

احسان کوئی چیز نہیں دل کی ہی صفائی حاصل کرنے کا نام ''احسان'' ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے تصوف کا مقصد کوئی نئی چیز نہیں ہے حدیثِ جبرئیل میں جو چیز مذکور ہے وہی سچ ہے مگر زمانہ کے بُعد کی وجہ سے طبیعتوں میں میل زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے مانجھنے کی ضرورت زیادہ ہو گئی۔

اعتراض :

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو اُصول تصوف میں ذکر کیے گئے ہیں یعنی بارہ تسبیحیں، ذکر جہری، پاس اَنفاس، مراقبہ وغیرہ اِس کا بھی کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے، اُن کا یہ اعتراض غلط ہے۔

جواب :

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جہاد کے لیے تلوار، تیر و کمان نیزہ وغیرہ کا تذکرہ آتا ہے اور بندوق، مشین گن، گولہ بارُود اور ہوائی جہاز کا کوئی تذکرہ نہیں آتا ہے، آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کی ضرورت پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ جنگ تلوار سے کرنی چاہیے کیونکہ آنحضور ﷺ جنگ فقط تلوار نیزہ تیر و کمان سے کرتے تھے مگر ہر گز آپ ایسا نہیں کر سکتے اور اگر آج ایسا کریں گے تو دشمن آپ کو دُور ہی سے فنا کر دیں گے مشین گن اور توپوں وغیرہ سے اگر دشمن حملہ کرے تو ہم کو بھی وہی چیز اِختیار کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے ﴿اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ جو تم سے قوت ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ کے واسطے تیار کرو، مقصود جہاد سے ''اعلاءِ کلمۃ اللہ'' ہے جس چیز سے بھی ہو اور جس چیز کی ضرورت پڑے اُس کو استعمال کرو جس سے دشمن کو شکست دے سکو اُس کو مہیا کرو اور مقابلہ کرو، اِسی طرح جس زمانہ میں آقائے نامدار جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ زندہ تھے تو اُس زمانہ میں تھوڑی ریاضت کی ضرورت پڑتی تھی اور اُسی سے کام ہو جاتا تھا اور جتنے دن زیادہ گزرتے گئے ریاضتوں کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی اِسی وجہ سے چلہ، بارہ تسبیح، ذکر جہری اور پاس اَنفاس وغیرہ قلب کی صفائی کے لیے متعین کیے گئے۔

دوسرا جواب :

آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن شریف میں زیر و زبر نہیں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کتابی شکل میں جمع کرایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ترتیب دیا مگر زیر و زبر تب بھی نہیں لگائے گئے، صحابہ کرامؓ کی زبان عربی تھی وہ بغیر زیر زبر کے پڑھتے تھے جیسے کہ ہم اُردو زبان والے اُردو کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے ہیں آج کوئی بنگالی، برمی یا اِنڈونیشیا والے سے کہا جائے کہ اُردو کی صحیح عبارت پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکتا ہے جس طرح ہم زیر و زبر کے نہ ہوتے ہوئے صحیح پڑھتے ہیں اِسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن جس میں نہ زیر نہ زبر نہ نقطہ کچھ بھی نہیں تھا صحابہ کرام صحیح پڑھتے تھے مگر تھوڑے ہی زمانہ بعد اِس کی ضرورت محسوس ہوئی عجمیوں

کے خلط ملط کی وجہ سے لوگ زیر وزبر کے محتاج ہو گئے۔

پس یہ اعتراض کہ قرآن میں زیر وزبر نہیں لگانا چاہیے کیونکہ یہ حضور کے زمانہ میں نہیں پائے گئے تو کیا یہ اعتراض کوئی وزن رکھتا ہے بیشک اُس زمانہ میں لوگ بغیر زیر وزبر کے تلاوت کر لیتے تھے مگر آج مکہ اور مدینہ والے جن کی زبان عربی ہے وہ بھی بغیر زیر وزبر و نقطہ کے نہیں پڑھ سکتے ، جس طرح ہم محتاج ہیں صرف ونحو کے اِسی طرح عرب والے بھی محتاج ہیں اور وہ بھی بغیر زیر وزبر اور نقطہ کے نہیں پڑھ سکتے ہیں تو زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے اَحوال بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ اَحوال جو مقصود کو بدلنے والے نہ ہوں اُن کو سنت ہی کہا جائے گا مثلاً کسی شخص نے روٹی پکانے والے کو متعین کیا تو اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ لکڑی چولہا توا سب چیزیں مہیا کریں ، لکڑی نہ ملے کوئلہ نہ ملے تو اَوپلہ کو بھی استعمال کیا جائے گا غرض جس چیز پر روٹی پکانا موقف ہو اُسی کو طلب کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں احسان حاصل کرنے کے لیے ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر آج ہمارے مرشدوں نے بتلایا کہ اِس طرح سے ذکر کرو اگر کوئی کہے کہ یہ بدعت ہے تو سراسر غلطی ہے۔

ذکر کی تاکید :

خدا نے کئی جگہ ذکر کی تاکید فرمائی ہے اِرشاد ہے ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ کھڑے اور بیٹھے کی کوئی قید نہیں ہے اِسی طرح لفظ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ضرب کے ساتھ ہو یا بِلا ضرب ، اِرشادِ خداوندی کے تحت میں سب داخل ہے۔

دُوسرے موقع پر قرآن شریف میں ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾

تیسرا اِرشاد ہے ﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ اگر تم مجھ کو یاد کرو گے میں تم کو یاد کروں گا۔

کوئی قید نہیں کہ کس طرح سے ذکر کیا جائے ، مطلقاً ذکر کا حکم ہے ہمارے بڑے تجربہ کار لوگوں نے کہا ہے کہ ذکرِ سِری سانس کے ساتھ اور ذکرِ خفی رُوح کے ساتھ کرو۔ بہرحال ذکر کوئی بدعت نہیں ہے جیسے حکم دیا تھا جہاد کرنے کا کہ دشمن کی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے جہاد کرو چاہے تیر سے چاہے تلوار سے چاہے توپ یا مشین گنوں سے جس طرح تم انجام دے سکو اور دشمن کو شکست دے سکو۔

جیسے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے تو زیر وزبر لگانا اور عکسی قرآن چھاپنا سب اِسی کے حکم میں ہے۔ تم کو حج کا حکم دیا گیا ہے تو پہلے اُونٹوں سے سفر کرتے تھے تو اُس کی ضرورت ہوتی تھی اور آج جہازوں اور لاریوں پر سفر کرنا پڑتا ہے، اگر کوئی بیوقوف کہے کہ یہ بدعت ہے میں تو ہندوستان سے اُونٹ پر سفر کروں گا تو کیا آپ کر سکتے ہیں اِسی طرح سے جدہ پہنچنے کے بعد لاریوں سے سفر ہوتا ہے تو مقصود بیت اللہ کی حاضری ہے جس طرح سے ہو اُس کو انجام دیا جائے مقصد میں کوئی فرق نہیں آیا زمانہ کی ضرورت کی حیثیت سے فرق پڑ گیا ہے۔

تو میرے بزرگو ! آج یہ کہنا کہ تصوف اور سلوک میں جو باتیں ہیں بدعت ہیں یہ غلط ہے، وہ مامور بہٖ ہیں اُن پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ اصل مقصد تصوف میں اِحسان ہے اُس کے حاصل کرنے کے جو طریقے خلافِ شریعت نہیں ہیں وہ سب ضروری ہیں البتہ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھ کو خدا تک پہنچنے کے لیے قوال ڈھول اور گانے والے کی ضرورت ہے تو یہ خلافِ شریعت ہے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اِن چیزوں کی ممانعت کی ہے تو جن چیزوں سے ممانعت کی گئی وہ سنت میں داخل نہیں ہیں۔

بیعت کے فوائد :

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیعت کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے یہ شبہ غلط ہے حضور ﷺ نے بیعت کی اور قرآن و حدیث میں اِس کا ذکر موجود ہے۔ حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تھا وہ اپنی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں بیعت کے فائدے بتلاتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی برگزیدہ بندے کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اُس کی قبولیت کی وجہ سے خدا کی رحمت اُس کی کفالت کرتی ہے اور اِس کے دو طریقے ہوتے ہیں : ایک طریقہ سے اُس کی عصمت کی حفاظت کی جاتی ہے اگر اُس کا مرشد بڑی عزت والا ہے تو اُس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تیرا فلاں مرید فلاں خرابی میں مبتلا ہو رہا ہے اُس کو نکالا جائے تو مرشد اُس کو مناسب تدبیر سے اُس خرابی سے نکالتا ہے کبھی خود خداوندِ کریم ہی اُس مرید کو خرابی سے بچاتا ہے کبھی فرشتہ کو حکم دیا جاتا ہے یا اور کسی ذریعہ سے اُس کی حفاظت کی جاتی ہے مثلاً مرشد کی صورت میں آکر فرشتہ اُسے بچاتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام

کا واقعہ زُلیخا کے ساتھ مشہور ہے کہ اُس نے ساتھ کوٹھریوں میں بند کر کے وصال چاہا اور اُن پر جبر کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَعَاذَ اللّٰہِ﴾ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں ! اُس کی بیوی پر ہاتھ ڈالوں جس نے مجھ پر بڑے بڑے اِحسان کیے ہیں میں ظالم نہیں ہوسکتا ہوں اُس نے بہت مجبور کیا پھسلایا اور پیچھا کیا اور قریب تھا کہ برائی میں مبتلا ہو جائیں چنانچہ فرمایا گیا ہے ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ج لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے واسطے جبرائیل علیہ السلام کو مقرر کیا وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صورت میں آئے وہ سامنے کھڑے ہو کر اُنگلی منہ میں دبائے ہوئے تھے اور اِشارے سے کہہ رہے تھے کہ خبردار اِس میں مبتلا نہ ہونا حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اِس کی خبر بھی نہ ہوئی اور اللہ نے اُن کو بچا لیا۔

حضرت سیّد اَحمد شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسا اَوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کسی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے کسی رُوحانی ذریعہ سے اُس کی حفاظت کی جاتی ہے بیعت کے بہت زیادہ فوائد ہیں قرآن شریف میں ہے کہ ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی کسی پارٹی میں داخل ہوتا ہے تو اُس پارٹی کے تمام بڑوں سے اُس کے تعلقات ہو جاتے ہیں اور وہ بڑے لوگ اِس کا خیال رکھتے ہیں تو آخرت والے جو خدا کے سچے بندے ہیں تو اُن میں یہ بات کیونکر نہ ہوگی اُن میں تعلقات کی بات بہت اُونچی ہوتی ہے اگر تم اللہ کے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو جماعت کے تمام بڑوں سے خواہ دُنیا میں ہوں یا آخرت میں سب سے تعلق ہو جاتا ہے اور وہ لوگ دُعا کرتے ہیں اپنی ہمت سے خبر گیری کرتے ہیں۔

شریعت و طریقت :

میرے بھائیو ! نہ بیعت بدعت ہے نہ طریقت بدعت ہے اور نہ طریقت شریعت سے جدا ہے، طریقت شریعت کی خادم اور اُس کی تکمیل کرنے والی ہے، بڑے بڑے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اِن بزرگوں نے وہ طریقے جاری کیے جن سے اللہ کی

رضا اور اُس کی خوشنودی حاصل ہو، اِن طریقوں میں کوئی ذرّہ برابر شریعت کے خلاف نہیں ہے اِن طریقوں سے مقصود قربت اور آخرت کا حاصل کرنا تھا۔

نام کے پیر :

مگر جیسے ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اِس طرح سے اِس جماعت میں بھی کچھ ایسے لوگ داخل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے خرابی پیدا ہو رہی ہے، دین کو جال بنا کر دُنیا حاصل کرنے والے ہر جماعت میں اور ہر زمانے میں ہوتے آئے ہیں، ایک دو کی برائی کی وجہ سے پورے دین میں برائی نہیں ہوتی ہے، ہاں بیعت ہونے کے وقت مرشد کا اِنتخاب سوچ سمجھ کر کھرا کھوٹا دیکھ کر کرنا چاہیے حضرت مولانا رُوم نے فرمایا ہے :

اے بسا اِبلیس آدم رُوئے ہست   پس بہر دستے نہ باید داد دست[1]

تم کو سوچنا چاہیے سمجھنا چاہیے کہ جب تمہارا کچہری میں مقدمہ ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے اور جب کبھی تم بیمار ہوتے ہو تو ہر ڈاکٹر کو معالج نہیں بناتے اور نہ ہر حکیم کے پاس جاتے ہو بلکہ سوچتے ہو کہ اچھے سے اچھا وکیل اور اچھے سے اچھا ڈاکٹر حاصل کریں جب دُنیا میں یہ معاملہ ہوتا ہے تو اللہ کی رضا اور آخرت کے واسطے جو مِلا اُس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہیے، اچھا ہو یا برا نمازی ہو یا نہ ہو، عورتوں کے ساتھ ہاتھ ملا کر بے پردگی کے ساتھ بیعت کرتا ہو، ہر ایک بیعت کے لیے کیسے ہو سکتا ہے۔

عورتوں سے بیعت لینے کی صورت :

حضور ﷺ مردوں کی بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کرتے تھے اور اگر مجمع بڑا ہوتا تو کپڑا پکڑا کر بیعت لیتے تھے مگر عورتوں کی بیعت کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں لی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخاری میں یہ روایت کی گئی ہے کہ وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُہٗ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ فِی الْمُبَایَعَۃِ خدا کی قسم حضور ﷺ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوا، بیعت کے وقت پردہ کرکے باہر سے بیعت کرتے تھے زبان سے یا کپڑے سے۔

---

[1] بہت سارے شیطان اِنسانی رُوپ میں ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

حضور ﷺ سے بڑھ کر متقی پرہیزگار کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے لیکن حضور ﷺ تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کرتے تھے اور نہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بیعت کرتے تھے مگر آج یہ گمراہ اور شیطان کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے آؤ تم پردہ اُٹھاؤ ہم تم کو محشر میں کیسے پہچانیں گے جب تک تمہارا چہرہ نہ دیکھیں گے تم تو ہماری بیٹیاں ہو تم تو پوتیاں نواسیاں ہو، یہ تمام شیطانی کارروائیاں ہیں، جناب حضور ﷺ سب کے آقا تھے سب عورتیں آپ کی بیٹیاں تھیں اور آپ کی اَزواجِ مطہراتؓ کے بارے میں فرمایا گیا ہے ﴿اَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تمام بیویاں کل مومنین کی مائیں تھیں تو ہم آپ کی اولاد کے درجے میں ہوئے مگر اِس کے باوجود حضور ﷺ تو بے پردہ سامنے نہیں آتے ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملاتے لیکن آج ایسے غلط کار لوگ (پیدا ہوگئے) ہیں جو پردہ مٹواتے ہیں بدن دبواتے ہیں اور تنہائی میں جمع ہوتے ہیں یہ سب غلط ناجائز اور حرام ہے جو یہ کرتا ہے وہ بزرگ نہیں ہے پیر نہیں ہے بلکہ گمراہ شیطان ہے اِس سے بچنا چاہیے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی مخلوق کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو ایک سَرِیَّۃ[1] کا سردار بنایا اور حکم دیا کہ اِس کی تابعداری کرو سب راستے میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ پہنچ کر ایک شخص نے سردار سے کچھ مذاق کیا اُس پر اِن کو غصہ آگیا، اُنہوں نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو پھر حکم دیا کہ اِن میں آگ لگاؤ، پھر کہا اِس میں کودو کیونکہ حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ تم میری تابعداری کرنا، بعض لوگوں نے کہا ہاں حضور ﷺ نے حکم دیا ہے اور اُنہوں نے کودنے کا اِرادہ کیا اور بعض لوگوں نے کہا ہم نے آگ ہی سے بچنے کے لیے حضور ﷺ کی تابعداری کی ہے ہم اپنے آپ کو آگ کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں چنانچہ یہ لوگ کودنے سے جھجکے اور دُوسروں کو بھی منع کیا اِس سلسلہ میں اِختلاف ہوتا رہا تا آنکہ آگ بجھ گئی اور معاملہ رفع دفع ہوگیا اور سردار کا غصہ بھی ٹھنڈا ہوگیا، جب واپس ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں اِس معاملہ کا ذکر کیا تو آپ بہت خفا ہوئے آپ نے دونوں کو ڈانٹا سردار کو بھی اور اُن لوگوں کو بھی

[1] فوجی دستہ

جنہوں نے کودنے کا اِرادہ کیا تھا پس معلوم ہوا کہ خلافِ شریعت کسی کی تابعداری جائز نہیں۔ اگر کوئی مرشد کہے بت کو سجدہ کرو تو ہرگز اُس کی تابعداری نہیں کرنی چاہیے، مرشد کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے اگر وہ کرتا ہے تو پیر نہیں شیطان ہے بعض بیوقوف کہتے ہیں

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا[1]

اور اِس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں۔ اگر مرشد شریعت کے خلاف کرتا ہے تو اُس کی تابعداری ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ بہر حال بیعت کرنا اَمر شرعی ہے اور سلوک حضور ﷺ کی تابعداری اور خدا کی خوشنودی ہی کا نام ہے جو کچھ کمال ہے حضور ﷺ کی تابعداری میں ہے آپ سے محبت کرنا آپ کی حکم کی ہوئی باتوں پر چلنا اِسی میں نجات ہے اِسی میں کمالِ اطاعت ہے۔

عشق نبی ﷺ کے معنی :

حضور ﷺ نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تم میں سے کوئی کامل اِیمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے اُس کے نزدیک زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ حضور ﷺ سے محبت زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے تمام خاندان تمام دُنیا سے بڑھی ہوئی ہونی ضروری ہے، آج ہم اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے حضور ﷺ کی محبت کا دعوی تو کرتے ہیں مگر آپ کے طریقے کو چھوڑتے ہیں آپ کی صورت سے نفرت کرتے ہیں آپ کے دشمن کی صورت بناتے ہیں اور اُن کے فیشن کو اپنا فیشن سمجھتے ہیں داڑھیاں کترواتے ہیں انگریزی بال رکھتے ہیں اور اِس جیسے کام کرتے ہیں یہ اِنتہائی غلطی ہے اور اِس کی وجہ سے خدا کا غضب ہوتا ہے اور خدا کی رحمت دُور ہوتی ہے۔ اے میرے بھائیو ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ کہہ دو کہ اگر خدا کی خوشنودی اور رضا چاہتے ہو تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہے

---

[1] اگر تمہیں کامل پیر حکم دے تو شراب کے ساتھ اپنا مصلّٰی رنگ لو کیونکہ سالک منزلوں کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔

کہ آقائے نامدار ﷺ کی اِتباع کرو اور اُن سے محبت رکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے قَصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی وَخَالِفُوا الْیَھُوْدَ مشرکین کی صورت و سیرت کے خلاف داڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کترواؤ۔ آج ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ خدا کے دُشمنوں کی صورتیں اِختیار کیے ہوئے ہیں اِس سے بچنا چاہیے کہ کہیں خدا کا غضب نازل نہ ہو جائے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت اِختیار کرنا چاہیے اور ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا چاہیے اُس کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔

عمرِ عزیز کی قدر و قیمت اور بہترین مشغلہ :

میرے بھائیو ! اِس عزیز عمر کو جو مِلی ہوئی ہے غنیمت سمجھئے اور ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہیے جہاں تک ممکن ہو سکے غافل نہ ہونا چاہیے یہ وقت بڑی نعمت ہے اور قلب کی صفائی کرنی چاہیے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لِکُلِّ شَیْئٍ صَقَالَۃٌ وَصَقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ہر چیز کے مانجنے اور چمکانے کی چیزیں ہوتی ہیں جن سے اُن کو مانجا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے قلب کی صفائی اور اُس کو مانجنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے پھر فرمایا وَمَا مِنْ شَیْئٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ [1] کوئی چیز خدا کے عذاب سے اِس قدر بچانے والی نہیں ہے جس قدر خدا کا ذکر بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اُس کے عذاب سے بچنے کی بہترین صورت اللہ کا ذکر ہے۔ ایک روز جنابِ رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس میں ذکر اللہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ قلوب کی اِصلاح کرنا چاہیے اور یہ کہ یہ ذکر اللہ ہی سے ہو سکتی ہے، ایک صاحب نے اُس مجلس میں دریافت کیا یا رسول اللہ ! اللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے ایک شخص اللہ کی راہ میں سر کٹواتا ہے وہ افضل ہے یا خدا کا ذکر کرنے والا ؟ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا اور سر سے پیر تک لہولہان اور قتل ہو گیا وہ شخص بھی اِس قدر خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے والا نہیں جس قدر خدا کا ذکر کرنے والا ہے کیونکہ اگر جہاد کرنے والا ذکر اللہ نہیں کرتا تو وہ مقبول نہیں، جہاد میں بھی خدا کا حکم ہے ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ جب تمہاری مڈبھیڑ دشمن سے ہو تو تم جم جاؤ اور خدا کا ذکر کرو۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۸۶

پس خدا کی یاد جہاد کی جڑ ہے حضرت موسٰی علیہ السلام کو حکم کیا گیا تھا ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴾ نماز کو میری یاد کے لیے قائم کرو۔ بڑا مقصود اللہ کا ذکر ہے اِس کی بڑی وقعت وفضیلت ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْكُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. [1]

''ذکر کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ۔''

ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ خواہ تم زندہ سمجھو، ذکر اللہ کی بڑی وقعت ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی تاکید کی ہے جو لمحہ بھی ذکر اللہ میں گزرتا ہے بڑا قیمتی ہے چاہے وہ زبان سے ہو یا دل سے ہو یا رُوح سے ہو یا سانس سے ہو کسی قسم سے بھی ہو، اللہ کا ذکر باعث نزولِ رحمت ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْ مَلَاهٖ او کمال قال ﷺ وَاِنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا. [2]

''جو شخص مجھے اپنے دل میں تنہائی میں یاد کرتا ہے میں اُس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور جو شخص میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے تو میں اُس سے اچھے مجمع میں یاد کرتا ہوں جب میرا بندہ ذکر کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوں توجہ رکھتا ہوں اور جو میری قربت چاہتا ہے تو میں اُس سے قریب ہوتا ہوں جو شخص میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اُس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک گز بڑھتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ذکر کرنے والوں پر بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ بھائیو ! عمر کا جو حصہ ملا ہے غنیمت ہے یہاں سے کوچ کرنے کے بعد جتنا بھی ذکر کرو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ میرے بھائیو ! اِس فرصت کو غنیمت سمجھو اور خدا کا ذکر ہر وقت کرتے رہا کرو، دن رات اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کسی وقت غافل نہ رہو، ذکر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور نماز کے اوقات ہیں بعض وقتوں میں نماز سے روکا گیا ہے

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۶۳ [2] حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج۸ ص۱۱۷

جیسے طلوع غروب اور استواء کا وقت اِسی طرح بلا وضو نماز نہیں پڑھی جاسکتی مگر خدا کے ذکر کے لیے کوئی وقت معین نہیں ہے اور نہ کسی حالت میں روکا گیا ہے وضو کے ساتھ ہو یا بلا وضو، ہر حالت میں خدا کا ذکر کرنا جائز ہے، اگر غسل واجب ہو تو ذکر اُس وقت بھی ممنوع نہیں اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت کے لیے حضور ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ صحابہ کرام تجارت بھی کرتے تھے اور زراعت بھی مگر کبھی خدا کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے تھے ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ وہ تجارت بھی کرتے ہیں خرید و فروخت بھی کرتے ہیں مگر یہ چیزیں اُن کو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہیں یہی چیز ہم کو بھی کرنا چاہیے ہر کام انجام دیجیے مگر ذکر ہوتا رہے یہاں تک کہ عادت پڑ جائے اگر عادت پڑگئی تو جاگتے سوتے، بیماری کی حالت میں اور بے ہوشی کی حالت میں بھی ذکر ہوتا رہے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز بتلائیے تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذکر اللہ کی عادت ڈالو تا کہ مرتے وقت بھی خدا کا ذکر تمہاری زبان پر جاری رہے آپ نے فرمایا مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وہ شخص ضرور جنت میں داخل ہوگا جس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا۔

اِس کی کوشش کیجئے اور دُعا کیجئے کہ خدا ہم تمام حاضرین کا خاتمہ اِیمان پر کرے اور ہم کو محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت اور مہربانی نصیب فرمائے، اے ہمارے پالنے والے خدا دین و دُنیا کی حاجت پوری کر اور اپنا سچا تابعدار بنا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .

قسط : ۵

فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت

﴿حضرت مولانا محمد اِدریس صاحب اَنصاری رحمۃ اللہ علیہ﴾

کلمہ کی برکتیں :

(۱) جب بندہ کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ اُس کلمہ کو لے کر آسمان کی طرف جاتا ہے راستہ میں دُوسرا فرشتہ آسمان سے اُترتا ہوا اُس کو ملتا ہے آسمان سے اُترنے والا فرشتہ دُنیا سے جانے والے فرشتہ سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں جاتے ہو ؟ دُنیا سے جانے والا فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی کا کلمہ لے کر عرشِ اِلٰہی پر پہنچانے جاتا ہوں ، آسمان سے اُترنے والا فرشتہ کہتا ہے کہ میں اِسی آدمی کی مغفرت کا پروانہ لے کر عرشِ اِلٰہی سے آرہا ہوں۔(مجالس سنیہ)

(۲) جب کوئی آدمی لا اِلٰہ اِلا اللہ کہتا ہے تو اُس کو تمام دُنیا کے کافروں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔(شرح اَربعین نوویہؒ)

(۳) ملک الموت کی پیشانی پر کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ لکھا ہوا ہے جب دل سے کلمہ پڑھنے والا نزع (جان کنی) کے عالم میں ہوگا اور ملک الموت اُس کی رُوح قبض کرنے کے لیے تشریف لائیں گے تو اللہ کے فضل سے اُس شخص کی نظر ملک الموت کی پیشانی پر پڑے گی اور اُس کو دیکھ کر فورًا کلمہ یاد آجائے گا اور مرتے وقت میں اُس کا کلمہ کے ساتھ دمِ آخر ہوگا اور جس کا خاتمہ کلمہ پر ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا حدیث میں ہے مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ. (مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۱۶۲۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو ! بکثرت لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھنے والوں پر موت کے وقت کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی اور نہ اُن لوگوں کی قبر میں کسی قسم کی وحشت ہوگی اور نہ حشر کے دن اُن کو کوئی بے چینی ہوگی مجھے اِس وقت گویا یہ بات نظر آرہی ہے کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھنے والے اپنی

قبروں سے اُٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے خاک جھاڑ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ لاکھ لاکھ شکر ہے اُس خدا کا جس نے تمام تکلیفیں ہم سے دُور کردیں اور کوئی رنج وغم ہمارے پاس نہ پھٹکا۔

(۵) حضور ﷺ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اور اُس یہودی کا ایک جوان بیٹا تھا اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا اِتفاقاً وہ نوجوان بیمار ہوا اور نزع کی حالت اُس پر طاری ہوئی آپ خبر پاتے ہی اُس کے پاس تشریف لے گئے اور آخری حالت دیکھ کر اُس کو کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کی تلقین فرمائی، نوجوان نے اِجازت کی غرض سے اپنے باپ کی طرف دیکھا اُس کے باپ نے اُس کو اِجازت دے دی اور کہا اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمْ [1] اُس نوجوان نے کلمہ پڑھا اور فوراً ہی مرگیا، حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اُس کو کفن پہنایا اور خود ہی جنازہ کی نماز پڑھائی جب قبرستان میں جنازہ لے چلے تو صحابہؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنی ایڑیاں کھڑی کر رکھی ہیں اور پنجوں کے بل چل رہے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِس طرح چلنے کا کیا سبب ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اِس نوجوان کے جنازہ کو کندھا دینے کے لیے آسمان سے اِس قدر فرشتے اُترے ہیں کہ اُن کی کثرت کی وجہ سے میں اپنا پورا پاؤں بھی زمین پر نہیں رکھ سکتا، صحابہؓ نے پھر دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ اِس جنازہ کے ساتھ شرکت کرنے کے لیے اِس قدر فرشتوں کے آنے کی کیا وجہ ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اِس نوجوان نے خلوص کے ساتھ مرتے وقت کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا تھا۔ آپ سوچیے کہ جس شخص نے آخری عمر میں صرف ایک مرتبہ کلمہ پڑھ کر یہ درجہ پایا تو اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ہمیشہ اِس کلمہ کا وِرد رکھتے ہیں۔ (احسن المواعظ)

(۶) حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے ثابت نگل لیا اور وہ آپ کو لے کر سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی، وہاں پہنچ کر حضرت یونس علیہ السلام نے تسبیح کی آواز سنی، حضرت یونس علیہ السلام نے دربارِ اِلٰہی میں عرض کیا اِلٰہی ! یہ آواز کس کی ہے ؟ فرمایا کہ سمندر کی تہہ میں جو کنکریاں وغیرہ پڑی ہوئی ہیں وہ ہماری تسبیح کر رہی ہیں یہ اُن آواز ہے، یہ سن کر حضرت یونس علیہ السلام نے بھی تسبیح اِلٰہی شروع کردی

[1] بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۳۵۶

اور پڑھا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ حضرت یونس علیہ السلام نے لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھا اور مچھلی کو حکم ہوا کہ سطح سمندر پر جا کر یونس کو صحیح و سالم خشکی پر اُگل آ، حکم اِلٰہی پاتے ہی مچھلی سمندر پر آئی اور آپ کو ساحل پر اُگل کر چلی گئی صرف یہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کی برکت تھی کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے صحیح و سالم زمین پر پہنچ گئے ﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ o لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ اگر یونس علیہ السلام ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے پھر اِسی کلمہ کی بدولت ہم نے اُس کو خشکی پر پہنچا دیا ﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ﴾

(٧) قیامت کے روز ایک شخص کو اللہ کی جناب میں پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں کے ٩٩ رجسٹر ہوں گے اور ایک ایک رجسٹر اُس کی نگاہ کے برابر ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ اِس کے اَعمال نامے کو ترازو میں تلواؤ چنانچہ یہ شخص وہاں قسم قسم کے خیال کرتا ہوا پہنچے گا جب ننانوے دفتر ایک پلڑا میں رکھے جائیں گے تب ایک پرچہ لایا جائے گا جس پر صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہوگا اُس کو نیکیوں کے پلڑا میں رکھیں گے تو وہ پرچہ اِن سب دفتروں پر وزن میں بڑھ جائے گا اور اُس کو حکم ہوگا کہ جنت میں چلے جاؤ، یہ شخص نہایت حیرانی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

٭ ٭ ٭

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(١) مسجد حامد کی تکمیل

(٢) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(٣) کتب خانہ اور کتابیں

(٤) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

محدثِ کبیر عارف باللہ

حضرت اُستاذ المحد ثین مولانا سیّد حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ

سیّد السادات قطب العارفین
نورِ چشمِ شیخ زین العابدینؒ

چل دیے خود جانبِ خُلدِ بریں [1]
اور ہم کو کر گئے اَندوہگیں

حضرت اقدسؒ کا تو مسکن رہی
ناز کر لاہور کی اے سر زمیں

مسلکِ حقہ پہ دل سے گامزن
سلسلہ مدنیؒ کے سارے سالکین

تو کہ تھا اَسلاف کا نورِ نظر
تو کہ تھا اَخلاف میں دُرِّ ثمیں

اللہ اللہ دولتِ حسنِ یقیں
تھا فقط یہ فضلِ ربُ العالمین

وقتِ اِستقبال سب حور و مَلک [2]
کہہ رہے تھے آفریں صد آفریں

قلبِ مضطر کا بتاؤں حال کیا
شَق ہوئی جاتی ہے یہ دل کی زمیں

[1] فردوسِ اعلیٰ [2] فرشتے

دل کے بہلانے کو ہیں دو ہمنشیں
چشمِ نم اور دُوسرا قلبِ حزیں [1]

سیّدی محمود محبوبِ خلق
عالم و فاضل ہیں اور مَسند نشیں

دو جہانوں کی سعادت ہو نصیب
اے مرے حضرتؒ کے پیارے جانشیں

ترک کر کے محفلِ عیش و نِشاط
ہو گئے ہیں قاسمی گوشہ نشیں

اَز غلامِ اہلِ بیتؓ
(حضرت مولانا) غلام مصطفیٰ قاسمی (مدظلہم)
کلورکوٹ

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جوایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

[1] غمزدہ

قربانی کے مسائل

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

قربانی کس پر واجب ہے :

مسئلہ : جس پر صدقہ فطر[۱] واجب ہے اُس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اِتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اُس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اُس پر واجب ہی نہیں ہوتی، لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے کر دے تو مستحب ہے، بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور والد بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تاکہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اُس کا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اِس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا

---

[۱] صدقہ فطر ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے یا زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن نصاب کے برابر قیمت (آج کے مطابق اُنتالیس ہزار روپے) کا اور کوئی مال اُس کی حاجاتِ اَصلیہ سے زائد اُس کے پاس ہے چاہے اُس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

ہوتو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اِتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مِل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دن اِقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آگیا تو قربانی واجب ہو گی۔

مسئلہ : اگر مالدار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اِس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵؍ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اب چونکہ منٰی و عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اِس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اِقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا اِس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲؍ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اِس پر قربانی واجب نہ ہو گی۔

قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے

بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کر دی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اِمام کے نماز پڑھانے کے دوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : اِمام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ اِمام کا وضو نہ تھا اور اِمام نے بِلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بِلا عذر پہلے دن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی البتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دُوسرے دن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہِ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اُس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہو جانے کے بعد اُس کو منگوا لے اور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی

قربانی درست ہے، اِن کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے اور اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اُونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دُودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اور مادّہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اِتنی عمر کا ہو، اِس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اِعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اُس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اُس کی قربانی دُرست ہے لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اِعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اِتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دُنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو، اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مِل کر ایک گائے خریدی اور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے، اِسی طرح ایک بیوہ اور اُس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے مِلی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اِس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مِل کر

ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اور اِس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے، اِسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مِل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

قربانی کا گوشت اور کھال :

مسئلہ : یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے، اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کر دے تو یہ بھی درست ہے اور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کر دیا تو اُس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے یا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت صدقہ کر دے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اُس کو بِلا عوض دی جائے اُس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی مِلک میں دینے کے بعد وہ اگر اُس کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوں اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اَٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہوجائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہواُس طرف اگر گوشت کم ہوتو درست ہے چاہے جتنا کم ہو، جس طرف گوشت زیادہ ہواُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اب بھی سود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء واَحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اور باقی فقراء پر تقسیم کردو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر اَفضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دُعا پڑھنا ضروری نہیں، اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دُعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

ذبح سے پہلے کی دُعا : اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ . اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ . اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ .

ذبح کے بعد کی دُعا : اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اُس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دُودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔(ماخوذ از مسائلِ بہشتی زیور)

۞ ۞ ۞

وفیات

تاخیر سے موصولہ اِطلاع کے مطابق جمعیۃ علماء اِسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری حضرت مولانا امجد خان صاحب کی خالہ صاحبہ وفات پا گئیں۔

۷؍اگست کو جمعیۃ علماء اِسلام لاہور کے نائب امیر فاضل جامعہ مدنیہ مولانا عبدالغفار صاحب چترالی اچانک وفات پا گئے اللہ تعالیٰ مولانا کی دینی اور ملی خدمات کو قبول فرمائے اُن کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین دن سے کم میں قرآنِ کریم ختم کرنے سے قرآن کا فہم حاصل نہیں ہوتا :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَمْ یَفْقَہْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ. (ترمذی ۲/۱۲۳ ، ابو داو‘د ۱/۱۹۷، دارمی ۱/۴۱۸ ، مشکٰوۃ ص ۱۹۱)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا (ختم کیا) اُس نے قرآن کو (اچھی طرح) نہیں سمجھا۔''

ف : مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ تین دن سے کم میں قرآنِ کریم ختم کرنے کی صورت میں تو قرآنِ کریم کے ظاہری معنٰی بھی سمجھ میں نہیں آسکتے چہ جائیکہ قرآنِ کریم کے حقائق و دقائق کا فہم، اِن کا حال تو یہ ہے کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت بلکہ ایک جملہ کے اَسرار و رموز سمجھنے کے لیے بھی بڑی بڑی عمریں ناکافی ہیں، نیز حدیثِ پاک میں جو نفی ہے اِس سے مراد فہم کی نفی ہے ثواب کی نفی نہیں یعنی اِس کو ثواب تو بہرحال ملے گا، قرآن کو سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۸۱)

علامہ طیبیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ فہم اَشخاص و اَفہام میں تفاوت کے لحاظ سے مختلف ہوتی رہتی ہے بعض لوگوں کی سمجھ بہت تیز اور پختہ ہوتی ہے وہ کم عرصہ میں بھی قرآنی حقائق و دقائق سمجھ لیتے ہیں جبکہ بعض لوگوں کی سمجھ بہت ہی کم ہوتی ہے جن کے لیے طویل عرصہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

حدیثِ مذکور کے پیشِ نظر اَسلاف میں قرآنِ کریم کے ختم کرنے کی مدت میں اِختلافِ رائے ہوا، ایک جماعت نے تو یہ فرمایا کہ چونکہ حدیث میں آگیا ہے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنے کی صورت میں قرآن فہمی حاصل نہیں ہوتی لہٰذا قرآنِ کریم کو کم از کم تین دن میں ختم کیا جائے

اِس سے کم میں ختم کرنا صحیح نہیں۔

اِس جماعت کے برعکس اَسلاف کی دُوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اِس حدیث کا تعلق اکثر افراد کے اعتبار سے ہے کہ اکثر افراد کا حال ایسا ہی ہے کہ اُنہیں کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنے کی صورت میں قرآن فہمی اور تدبر حاصل نہیں ہوتا، تمام افراد کے اعتبار سے یہ حدیث نہیں ہے کیونکہ بہت سے صحابہ وتابعین اور اَسلافِ اُمت سے تین دن سے کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنا ثابت ہے، اُن کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بزرگ بغیر غور وفکر اور تدبر کے قرآن پڑھتے تھے اور اُن کو قرآن کا فہم حاصل نہیں ہوتا تھا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اِس حدیثِ پاک کا تعلق اُن حضرات سے ہے جو صاحبِ کرامت نہیں ہیں اُن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اُنہیں تین دن سے کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنے میں تدبر میسر نہیں آسکتا، رہے وہ اَصحاب واَشخاص جو صاحبِ کرامت ہیں اُنہیں کم سے کم مدت میں بھی بہت کچھ تدبر حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اوقات میں برکت عطا فرد یتے ہیں اِس لیے یہ حضرات تھوڑی سی مدت میں وہ کام کر لیتے ہیں جو دُوسرے لوگ زیادہ سے زیادہ مدت میں بھی نہیں کر پاتے، ایسی صورت میں اِس حدیثِ پاک کو تین دِن سے کم مدت میں قرآنِ پاک ختم کرنے کے منع ہونے یا مکروہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حدیثِ پاک میں فہم کی نفی کی گئی ہے ثواب کی نہیں، اِس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنا جائز ہے کیونکہ اگر نا جائز اور منع ہوتا تو ثواب کی نفی کر دی جاتی۔

یہاں سے اُن لوگوں کا غلطی پر ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے جو اُن اَسلافِ اُمت پر زبانِ طعن دراز اور اعتراض کرتے ہیں جن کا معمول تین دِن سے کم مدت میں قرآنِ کریم ختم کرنے کا تھا، اللہ تعالیٰ عقل وشعور عطا فرمائے، اِس سلسلہ میں ناچیز کے ایک رسالے ''نعمانؒ اور قرآن'' کا مطالعہ اِنشاء اللہ مفید رہے گا۔

اَخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور﴾

۶؍اگست کو چکوال سے حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اَظہر مدظلہم العالی اور جناب حافظ زاہد حسین صاحب رشیدی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات کی اور دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور چکوال میں ماہِ اکتوبر میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ عام میں شرکت کی دعوت دی۔

۱۵؍اگست کو حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے اُن کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کی، بعد اَزاں طلباء سے خطاب فرمایا، آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تشریف لائے اور مختصر قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

۱۵؍اگست کو مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ثانی مدظلہم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تشریف لائے اور چناب نگر میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔

۲۱؍اگست کو کلورکوٹ سے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہم اور مولانا عبدالوحید صاحب مع اپنے رُفقاء کے خانقاہِ حامدیہ تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی، بعد اَز نمازِ مغرب رات کا کھانا تناول فرمایا اور بعد عشاء واپس تشریف لے گئے۔

۲۵؍اگست کو دوپہر بارہ بجے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی رضوان صاحب کی دعوت پر خوشاب کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں قاری سعید احمد صاحب مدظلہم کے مدرسہ تشریف لے گئے، بعد اَز نمازِ عصر بھائی رضوان صاحب کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ نے رات کا کھانا تناول فرمایا اور اُن کے نئے گھر کی تعمیر کی بخیر تکمیل ہونے کے موقع پر خیر و برکت کی دُعا کی، رات ساڑھے بارہ بجے بخیر وعافیت واپسی ہوئی، والحمدللہ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0954-020-100-7915-0)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (0954-040-100-1046-1)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67